فہرست عنوانات

❀❀❀❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَبَعْدُ!

ایمان بالرسول عقائد اسلامیہ میں توحید باری تعالیٰ کے بعد اہم ترین رکن ہے۔ اور اس کے بغیر کوئی شخص حلقہ اسلام میں داخل نہیں ہوسکتا۔ انبیاء و رسل علیہم السلام کے سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی سیدنا محمد ﷺ ہیں۔ آپ کے ساتھ نسبت رکھنے والا ہر فرد اپنے اپنے انداز میں محبت کا اظہار کرتا ہے، لیکن ایمان بالرسول کے کچھ تقاضے ہیں، جنہیں اکثر لوگ مدنظر نہیں رکھتے۔ ہمارے ذمے جس طرح حقوق اللہ کی پاسداری کرنا ہے، اسی طرح حقوق الرسول ﷺ کا لحاظ بھی انتہائی لازمی اور ضروری ہے۔

زیر نظر رسالہ میں ہمارے انتہائی قریبی دوست اور بھائی حافظ حامد محمود صاحب الخضری حفظہ اللہ نے بڑی عرق ریزی اور تندہی سے اس مضمون پر قلم اٹھایا ہے اور اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے رسول معظم، شفیع مکرم امام اعظم ﷺ کے دس حقوق کو صفحہ قرطاس پر منتقل کردیا ہے۔ اور اس ضمن میں آیات بینات اور احادیث صحاح وحسان اور جیاد کو احسن پیرائے میں جمع کردیا ہے۔ اللہ اس کتاب کے مؤلف، ناشر اور تمام قارئین کو رسول اللہ ﷺ کی سچی محبت نصیب فرمائے۔ اور عملاً مسلم بننے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

ابوالحسن مبشر احمد ربانی عفا اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

یہ رسالہ حضرت حافظ حامد محمود الخضری کا مرتب کردہ 14 صفحات پر مشتمل تھا جسے مزید اضافہ جات کے ساتھ راقم الحروف نے حضرت حافظ صاحب کو پیش کیا تو انہوں نے بنظر تحسین اسے سراہا، وہی رسالہ کتابی شکل میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس میں کلمۂ اسلام کے دوسرے جزء محمد رسول اللہ ﷺ کی تفصیل ذکر کی گئی ہے، قارئین سے التماس ہے کہ راقم اور حضرت حافظ حامد محمود الخضری صاحب کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اس میں اگر کوئی خوبی ہے تو اللہ کی طرف سے اور اگر کوئی خامی ہے تو ہماری یا شیطان کی طرف سے ہے کیونکہ انسان محل الخطاء والنسیان ہے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

منیر احمد الوقار

استاذ الحدیث جامعہ اُم حبیبہ/ لاہور

حسب ارشاد حافظ حامد محمود الخضری صاحب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ مؤلف

الحمد لله رب العالمين والصلاه والسلام على سيد الأنبياء
و المرسلين أمابعد!

زیرِنظر رسالہ انتہائی قابلِ احترام بھائی عبدالخالق صدیقی حفظہ اللہ کی بڑی خواہش تھی کہ کتابی شکل میں مطبوع ہونا چاہیے، اضافہ جات کے لیے حضرت علامہ منیر احمد الوقار استاذ الحدیث جامعہ اُم حبیبہ لاہور کے پاس چھوڑا پندرہ دن کے بعد انہوں نے مجھے تقریباً تیس صفحات کا مسودہ عنایت فرمایا، اس کے بعد پھر راقم نے مزید تنقیح و اضافہ کرتے ہوئے چھیالیس صفحات بنا دیئے، اور یہ مختصر مضمون ایک رسالہ کی شکل اختیار کر گیا جس میں کلمہ توحید کے دوسرے جزء محمد رسول اللہ ﷺ کی تفصیل ذکر کی گئی ہے، اس عظیم موضوع پہ چند اوراق محض رسول اللہ ﷺ کی محبت ومودت کے حصول لیے لکھے ہیں۔ قارئین سے التماس ہے کہ راقم، معاونین علامہ منیر احمد الوقار، میرے تلمیذ ارشد سلیم اختر الھلالی جنہوں نے رسالہ کی تخریج میں میری معاونت فرمائی، اور خصوصاً ناشر بھائی ابوحمزہ عبدالخالق حفظہ اللہ کو دعاؤں میں یاد رکھیں۔

وصلى الله على نبينا محمد و آله وأصحابه وسلم

وكتبه

حافظ حامد محمود الخضری
رفیق ادارہ انصار السنہ۔ پبلی کیشنز۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ، وَنَسْتَعِيْنُهٗ ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ .

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ ﴾ (آل عمران : ۱۰۲)

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴿۱﴾ ﴾ (النساء: ۱)

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۷۰﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۱﴾ ﴾ (الاحزاب : ۷۰۔۷۱)

أَمَّا بَعْدُ : فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ ، وَّكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ، أَلضَّلَالَةُ فِي النَّارِ . ‘‘

کتاب اللہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل نے انسانیت کی تخلیق عبث اور کھیل کے طور پر نہیں فرمائی کہ ایسے ہی بیٹھے بٹھائے اتنا بڑا جہاں بنا دیا اور کائنات کو وجود بخش دیا، یہ تمام اشیاء بے کار اور بے مقصد نہیں جیسا کہ فرمایا:

﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾

(المومنون: ۱۱۵)

''کیا تم یہ گمان کیے بیٹھے ہو کہ ہم نے تمہیں بے کار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف دوبارہ لوٹائے نہیں جاؤ گے۔''

نہیں بلکہ ان کی تخلیق کی ایک غرض وغایت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآنِ کریم میں ایک سے زیادہ مقامات پر ذکر فرمایا، چنانچہ فرمان باری ہے:

﴿اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیَاةَ لِیَبْلُوَكُمْ أَیُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً﴾

(الملك: ۲)

''جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا ہے تا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے اعتبار سے زیادہ بہتر ہے۔''

اسی طرح سورہ ہود میں فرمایا:

﴿وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (هود: ۷)

''اور اسی نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا ہے اور اس سے پہلے اس کا عرش پانی پر تھا تا کہ تمہیں آزما کر دیکھے کہ تم میں عمل کے اعتبار سے کون زیادہ اچھا ہے۔''

اسی طرح سورہ الکہف میں فرمایا:

﴿اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَیُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾

(الكهف: ۷)

''جو کچھ زمین پر ہے اسے ہم نے زینت بنائی ہے تا کہ ہم انسان کو آزمائیں کہ

ان میں سے عمل کے اعتبار سے کون سب سے اچھا ہے۔''

اور سورہ الدھر میں فرمایا:

﴿إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝﴾ (سورہ الدھر: ٢)

''بے شک ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا ہے تا کہ ہم اسے آزمائیں پس ہم نے اسے خوب سننے والا، اچھی طرح دیکھنے والا بنایا ہے۔''

مزید اسی چیز کو سورہ المومنون میں اس طرح بیان فرمایا:

﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ وَإِن كُنَّا لَمُبْتَلِينَ﴾ (المومنون: ٣٠)

''بے شک اس واقعہ میں کئی نشانیاں ہیں اور بے شک ہم لوگوں کو آزمانا چاہتے تھے۔

مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں تخلیق انسانیت کی حکمت ان کا امتحان و آزمائش معلوم ہوتی ہے تا کہ نیکی کرنے والوں کو اس کی جزاء اور برائی کرنے والوں کو اس کی سزا مل سکے، اور پھر اس کے لیے انسانوں کو اکیلا نہیں چھوڑا بلکہ ہدایت وراہنمائی کے لیے ان میں وقتاً فوقتاً اپنے انبیاء ورسل کو مبعوث فرمایا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ (النحل: ٣٦)

''اور ہم نے ہر گروہ کے پاس ایک رسول اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ لوگو! اللہ کی عبادت کرو اور شیطان اور بتوں کی عبادت سے بچتے رہو۔''

اور سورۂ المومنون میں فرمایا:

﴿ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَىٰ﴾ (المومنون: ٤٤)

''پھر ہم نے پے در پے اپنے رسول بھیجے۔''

اور اسی طرح سورۃ النساء میں فرمایا:

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ (النساء:١٦٥)

''ہم نے ایسے انبیاء بھیجے جو جنت کی خوشخبری دینے والے اور جہنم سے ڈرانے والے تھے تاکہ رسولوں کی بعثت کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے خلاف کوئی حجت باقی نہ رہے اور اللہ بڑا زبردست اور بڑی حکمتوں والا ہے۔''

پھر اِن انبیاء ورسل میں سے خصوصی طور پر ہمارے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم الانبیاء، امام الانبیاء، سید ولد آدم اور رحمۃ اللعالمین قرار دیتے ہوئے نعمتِ عظمیٰ سے تعبیر فرمایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (آل عمران:١٦٤)

''اللہ کا مومنوں پر یقیناً یہ احسان ہے کہ اس نے ان کے لیے انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اس کی آیتوں کی ان لوگوں پر تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے، انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اس سے پہلے وہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ o وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ

الْحَكِيْمُ ○ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ○﴾

(سورہ الجمعة:٢ تا ٤)

''اسی ذات نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا ہے جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں (کفر و شرک کی آلائشوں سے) پاک کرتا ہے اور انہیں قرآن وسنت کی تعلیم دیتا ہے، بے شک وہ لوگ اس کی بعثت سے قبل صریح گمراہی میں مبتلا تھے اور اللہ نے اس نبی کو ان میں سے ان دوسرے لوگوں کے لیے بھی بھیجا ہے جو اب تک عرب مسلمانوں سے نہیں ملے ہیں وہ زبردست، بڑی حکمتوں والا ہے۔ یہ (پیغمبری یا دین اسلام) اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے یہ نعمت دیتا ہے اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔

اسی طرح سورۃ البقرۃ میں فرمایا:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ○ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ ○﴾

(البقرة١٥١، ١٥٢)

''جیسا کہ ہم نے تمہاری رہنمائی کے لیے تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ہماری آیتیں تمہیں پڑھ کر سناتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور قرآن وسنت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے پس تم لوگ مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرو اور ناشکری نہ کرو۔

اور پھر سورہ التوبۃ میں فرمایا:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ

عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ o﴾ (التوبۃ:۱۲۸)

''(مسلمانو!) تمہارے لیے تم ہی میں سے ایک رسول آئے ہیں جن پر ہر وہ بات شاق گزرتی ہے جس سے تمہیں تکلیف ہوتی ہے، تمہاری ہدایت کے بڑے خواہشمند ہیں، مومنوں کے لیے نہایت شفیق ومہربان ہیں۔''

ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ انسانیت کی طرف آپ ﷺ کی بعثت اللہ تعالیٰ کا ایک احسانِ عظیم، نعمتِ غیر مترقبہ اور بہت بڑا انعام ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس نبی ﷺ کی امت کو بھی اپنے خاص فضل وکرم میں رکھا کہ اعمالِ صالحہ پر اپنی دُہری رحمت کا اعلان کیا، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ o لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ o﴾

(الحدید ۲۸،۲۹)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ تو وہ تمہیں اپنی رحمت کا دوگنا حصہ دے گا۔ اور تمہیں ایک نور عطا کرے گا جس کی مدد سے تم آگے چلو گے اور تمہیں معاف کردے گا اور اللہ بڑا معاف کرنے والا بے حد رحم کرنے والا ہے، تاکہ اہل کتاب جان لیں کہ اللہ کے فضل وکرم کے کسی حصہ میں تصرف کرنے کی کوئی قدرت نہیں رکھتے، اور یہ کہ فضل وکرم صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ فضل عظیم والا ہے۔''

اسی طرح رسولِ اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((اِنَّمَا أَجَلُكُمْ . فِيْ أَجَلِ مَنْ خَلَا مِنَ الْاُمَمِ . مَابَيْنَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ إِلٰى مَغْرِبَ الشَّمْسِ، وَاِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالاً فَقَالَ مَنْ يَعْمَلُ لِي إِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ إِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ۔ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ النَّصٰارٰى مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ . ثُمَّ قَالَ مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ إِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلٰى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ؟ أَلَافَأَنْتُمُ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ إِلٰى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلٰى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ ، أَلَالَكُمُ الْأَجْرُ مَرَّتَيْنِ ، فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰارَى فَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ عَمَلاً وَاَقَلُّ عَطَاءً قَالَ اللّٰهُ "وَهَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئاً؟" قَالُوْا لَا ، "قَالَ فَإِنَّهٗ فَضْلِيْ أُعْطِيْهِ مَنْ شِئْتُ")) [1]

''تمہارا زمانہ پچھلی امتوں کے مقابلے میں ایسا ہے جیسے عصر سے مغرب تک کا وقت ہے۔ تمہاری مثال یہود و نصاریٰ کے ساتھ ایسی ہے جیسے کسی شخص نے کچھ مزدور لیے اور کہا کہ میرا کام آدھے دن تک کون ایک ایک قیراط کی اجرت پر کرے گا؟ یہود نے آدھے دن تک ایک ایک قیراط کی مزدوری پر کام کرنا طے کرلیا، پھر اس شخص نے کہا کہ آدھے دن سے عصر کی نماز تک میرا کام کون شخص

[1] صحيح بخاري۔ كتاب الانبياء ،باب ذكر عن بني اسرائيل حديث نمبر ٣٤٥٩

ایک ایک قیراط کی مزدوری پر کرے گا۔ اب نصاریٰ ایک ایک قیراط کی مزدوری پر آدھے دن سے عصر کے وقت تک مزدوری کرنے پر تیار ہوگئے۔ پھر اس شخص

نے کہا کہ عصر کی نماز سے سورج ڈوبنے تک دو دو قیراط پر کون شخص میرا کام کرے گا؟ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ تمہیں لوگ ہو جو دو دو قیراط کی مزدوری پر عصر سے سورج ڈوبنے تک کام کروگے، تم آگاہ رہو کہ تمہاری مزدوری دگنی ہے، یہود ونصاری اس فیصلہ پر غصہ ہوگئے اور کہنے لگے کہ کام تو ہم زیادہ کریں اور مزدوری ہمیں کو کم ملے، اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کیا میں نے تمہیں تمہارا حق دینے میں کوئی کمی کی ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر یہ میرا فضل ہے، میں جسے چاہوں زیادہ دوں۔''

امتِ مسلمہ کو یہ فضیلت اور اونچا مقام نبی اکرم ﷺ کی رفعتِ شان پر دلالت کرتا ہے، جب آپ ﷺ اس قدر عظیم ورفیع شان ومنزلت کے حامل ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے کچھ حقوق وواجبات بھی رکھے ہیں جن کی ادائیگی امتِ مسلمہ پر فرض ہے، لہٰذا ہر کلمہ گو پر ان حقوق و واجبات کو پہچاننا، سمجھنا اور پھر ان پر قولی وعملی اعتقاد رکھنا لازمی ہے، لیکن افسوس! کہ اکثر لوگ اس بارے میں جہالت کا شکار ہیں اور جن لوگوں کو ان حقوق و واجبات کی معرفت وپہچان ہے وہ بھی ان کی ادائیگی میں کوشاں نظر نہیں آتے۔ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبِّیْ۔

ذیل کی سطور میں ہم ان حقوق و واجبات کو مع ان کی تفصیلات کے سپردِ قلم کر رہے ہیں کہ اللہ عزوجل ہمیں سمجھنے اور عمل کرنے والا بنا دے۔ والله الموفق

پہلا حق :.......رسول اللہ ﷺ پر ایمان:

لفظ ایمان ''آمن یومن ایماناً فھومؤمن'' سے مصدر ہے، جس کا معنی اہل لغت کے ہاں کئی معانی ہیں ان میں سے ایک معنی تصدیق کرنا ہے جیسا کہ امام محمد بن احمد الھروی الازھری ۳۷۰ھ فرماتے ہیں:

((واتفق اهل العلم من اللغويين وغيرهم أن الإيمان معناه التصديق))[1]

''لغت والوں اور ان کے علاوہ اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایمان کا معنی تصدیق ہے۔''

لیکن علمائے سلف کے ہاں اس کے معنی اکیلے تصدیق کے نہیں بلکہ تصدیق کے ساتھ ساتھ اقرار اور اس کے مطابق عمل بھی لازمی ہے جیسا کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے "**الصارم المسلول علی شا تم الرسول** "(ص ۵۱۹) میں وضاحت سے لکھا ہے نیز دیکھئے:

کتاب الایمان ابن تیمیہؒ (ص:۱۶۲) ومجموع الفتاوی ابن تیمیہؒ (۷/۶۴۲)

اصطلاحی طور پر ایمان کی تعریف میں علمائے سلف کے ہاں تین چیزیں شامل ہیں:

(۱) **قول اللسان** (۲)**اعتقاد بالجنان** اور (۳)**عمل بالجوارح**

اور ان تینوں چیزوں میں اطاعت وفرمانبرداری کرنے سے زیادتی اور معصیت ونافرمانی کرنے سے کمی اور نقص واقع ہوتا رہتا ہے۔

---

1 تهذيب اللغة ٥/٥١٣

ایمان کے لغوی معنوی میں سے ایک معنی (الامانہ) امانت داری بھی ہے جو کہ خیانت کی ضد ہے اور دوسرا معنی سکون قلب وتصدیق ہے جس کی ضد تکذیب نبی ہے اور تیسرا معنی امن ہے جس کی ضد خوف ہے۔

کیونکہ انسان جب ایمان لے اتا ہے تو وہ امن میں آجاتا ہے اور اللہ اس کو اپنی امان میں لے لیتا ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے:

﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ۠﴾ (الانعام: ۸۲)

''جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے، ایسوں ہی کے لیے امن ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں۔''

اور حق کی تصدیق کرنے والے کو مؤمن اس لیے بھی کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے جیسے دوسرے

(مسلمان) لوگوں سے امن میں آ جاتا ہے اور وہ اس سے امن میں آ جاتے ہیں یعنی مؤمنین ایک دوسرے کی امان میں ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

((المؤمن من امنه الناس على دمائهم واموالهم .)) [1]

[1] مسند احمد ج۲، ص ۳۷۹، و ج٦، ص ۲۲ و سنن ترمذی كتاب الايمان باب ما جاء فی ان المسلم من مسلم المسلمون...... رقم ٣٦٢٧ (مقايس اللغه ١٣٣/١ واللسان العرب ١٤٠ و ١٤١ وصحاح ٢٠٧١/٥ وكتاب الايمان لابن تيميه ص ٩.

رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی تصدیق کی جائے کہ آپ ﷺ اللہ کے بندے اور سچے رسول ہیں جن کو اللہ نے دنیا کے تمام گوروں کالوں اور سرخ رنگ والوں اور جنوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اب آپ ﷺ کے بعد کوئی اور سچا نبی نہیں آئے گا اور اس بات پر ایمان لانا آپ ﷺ کی اللہ نے معجزات کے ذریعے تائید و نصرت فرمائی اور ان کو تمام رسولوں پر فضیلت عطاء فرما کر ان کی محبت کو فرض قرار دیا اور آپ ﷺ کی اطاعت واجب ہے اور اتباع بھی لازم ہے اور آپ کے کچھ خصائص ہیں جو کہ دوسروں کو نہیں ملے مثلاً وسیلہ وحوض کوثر نامقام محمود، ایک مہینے کی (مسافت) دوری پر ہی دشمن پر کپکپی طاری ہو جانا وغیرہ۔

اور جو کچھ آپ ﷺ لے کر آئے ہیں اس کی تصدیق و پیروی واتباع کرنا۔

آپ ﷺ جن وانس کے رہبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ عزوجل نے اُن تمام انسانوں اور جنوں کے لیے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا واجب قرار دیا ہے جن تک آپ ﷺ کا پیغام پہنچے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ۝﴾ (النساء: ١٣٦)

’’اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ پر، اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے اس نے نازل فرمائی ہیں۔ ایمان لاؤ۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے اور اس کے فرشتوں سے اور اس کی کتابوں سے اور اس کے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے کفر کرے وہ تو بہت بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ﴾ (الحجرات: ۱۵)

’’(یاد رکھو) مومن تو وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر (پکا) ایمان لائیں۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَکُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْہِ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَاَنْفَقُوْا لَھُمْ اَجْرٌ کَبِیْرٌ o وَمَا لَکُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّکُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِیْثَاقَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ o﴾ (الحدید: ۷،۸)

’’اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں (دوسروں کا) جانشین بنایا ہے، پس تم میں سے جو ایمان لائیں اور خیرات کریں انہیں بہت بڑا ثواب ملے گا۔ تم اللہ پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ حالانکہ خود رسول تمہیں اپنے رب پر ایمان لانے کی دعوت دے رہا ہے اور اگر تم مومن ہو تو وہ تو تم سے مضبوط عہد و پیمان بھی لے چکا ہے۔‘‘

اسی طرح ایک مقام پر فرمایا:

﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

خَبِيْرٌ o﴾ (التغابن:۸)

''سو تم اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جسے ہم نے نازل فرمایا ہے ایمان لاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے ہر عمل سے باخبر ہے۔''

اور سورۃ الفتح میں فرمایا:

﴿إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًاo لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا o﴾(سورہ الفتح:۸،۹)

''یقیناً ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ (اے مسلمانوں) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اس کی مدد کرو، اور اس کا ادب کرو اور اللہ کی پاکی بیان کرو صبح وشام۔

اور سورہ الاعراف میں فرمایا:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَo﴾ (الاعراف:۱۵۸)

''آپ کہہ دیجیے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی رندگی دیتا ہے، اور وہی موت دیتا ہے، سو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی اُمّی پر جو کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں، اور ان کا اتباع کرو تا کہ تم راہ پر آجاؤ۔''

آپ ﷺ پر ایمان لانا آپ ﷺ کا بنیادی حق ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَمِرْتُ اَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوْا أَنْ لا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

وَيُوْمِنُوْابِیْ))❶

❶ صحیح مسلم ،حدیث نمبر١٢٦

''مجھے حکم ہوا ہے لوگوں سے لڑنے کا یہاں تک کہ وہ گواہی دیں اس بات کی کہ کوئی معبود برحق نہیں سوا اللہ کے اور ایمان لائیں مجھ پر۔''

اسی طرح حدیث رسول ﷺ ہے:

((وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَایَسْمَعُ بِیْ اَحَدٌ مِنْ ھٰذِہِ الْأُمَّةِ يَهُوْدِیٌّ وَلَانَصْرَانِیٌّ ثُمَّ يَمُوْتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِیْ أُرْسِلْتُ بِهٖ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ))❶

''قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اس زمانے (یعنی میرے اور میرے بعد قیامت تک) کا کوئی یہودی یا نصرانی (یا کوئی اور دین والا) میرا حال سنے پھر ایمان نہ لاوے اس پر جس کو میں دے کر بھیجا گیا ہوں (یعنی قرآن) تو جہنم میں جاوے گا۔''

مذکورہ احادیث اور اس طرح کی دوسری احادیث کا مقتضی یہ ہے کہ جیسے آپ ﷺ پر ایمان و یقین رکھنا لازمی ہے اسی طرح جو کچھ آپ ﷺ اللہ عزوجل کی طرف سے حلال و حرام اور اوامر ونواہی لائے ہیں ان پر بھی تسلیم ورضا ہو۔

ایمان لانے کا معنی یہ ہے کہ محمد ﷺ کی نبوت کی تصدیق کے ساتھ ساتھ اس کا زبان سے اقرار اور دل سے گواہی ہو اور پھر اس اقرار و گواہی کے مطابق عمل ہو اگر خالی زبان سے دعوی ہو اور دل میں ایمان والا کھرا تعلق نہیں تو یہ نفاق ہے دلیل کے طور پر قرآن پاک کا مطالعہ فرمایئے گا ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَكَاذِبُوْنَ○﴾

(المنافقون: ١)

❶ صحیح مسلم۔کتاب الإیمان۔ باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد ﷺ إلی جمیع الناس ونسخ الملل بملته ،حدیث نمبر٣٨٦.

''تیرے پاس جب منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناً آپ اس کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق قطعاً جھوٹے ہیں۔''

انہیں جھوٹا اس لیے کہا گیا کہ یہ بات صرف ان کی زبانوں پر تھی دل اس یقین سے خالی تھے ،لہٰذا ایمان کے لیے یہ ضروری شرط ہے کہ دل تصدیق کر رہا ہو۔ اور جن امور کی تصدیق دل سے مطلوب ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

١......آپ ﷺ کی رسالت عالمگیر ہے یعنی آپ ﷺ تمام انسانوں اور جنوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

عالم گیر نبی (ﷺ):

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت عالمگیر و آفاقی ہے آپ جن و انس کے رسول بنا کر بھیجے گئے لیکن اس سے رب نے اپنے حبیب کو وہ شرف عطا فرمایا ہے جو پہلے انبیاء کو حاصل نہ تھا۔

وہ شرف یہ ہے کہ ہر نبی خاص قوم برادری علاقہ ونسل کی طرف مبعوث ہوا لیکن نبی کریم ﷺ پوری دنیا عالم کے جن انس کے نبی ہیں اس کے لیے ہم سات قسم کے دلائل آپ کے سامنے پیش کریں گے۔

لیکن ان دلائل کو ذکر کرنے سے قبل ہم آپ کے سانے چند معروضات پیش کریں گے۔

١: کیا سرور کونین ﷺ نے اپنے عالمگیر ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟

٢: کیا والی یثرب ﷺ کے علاوہ کسی نے اپنے عالمگیر ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

جی ہاں! صاحبان علم وفکر اس بات سے آگاہ ہیں کہ آپ ﷺ نے اعلان فرمایا۔

فرمان رب العالمین ہے:

﴿قُلْ يَآ أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾

(الاعراف: ۱۵۸)

''(اے نبی اعلان فرما دیجیے) اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔''

فرمان رسالت:

((وکان النبی یبعث الی قومه خاصة وبعثت الی الناس کافه وفی روایة وبعث الی الناس عامة .))[1]

[1] صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب قول النبی ﷺ، جعث لی الارض...... ح۴۳۸ و ۳۳۵.

''ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا (لیکن) میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔''

جبکہ باقی انبیاء......:

جبکہ باقی انبیاء کے بارے میں قرآن کہتا ہے۔

(۱) موسیٰ و ہارون علیہما السلام:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ إِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o أَنْ أَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ إِسْرَآئِيْلَ o﴾ (الشعراء: ۱۶تا۱۷)

''تم دونوں (موسیٰ و ہارون) فرعون کے پاس جا کر کہو کہ بلاشبہ ہم ربّ العالمین کے بھیجے ہوئے رسول ہیں کہ تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو روانہ کردے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں پیغمبر علیہما السلام بنی اسرائیل اور اس خطے کے نبی تھے۔

(۲) عیسیٰ علیہ السلام:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ رَسُوۡلًا اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ﴾ (آل عمران : ٤٩)

''اور وہ رسول ہوگا بنی اسرائیل کے لیے۔''

اور انجیل بھی عیسیٰ علیہ السلام کے لیے عالمگیریت کا دعویٰ نہیں کرتی بلکہ وہاں بھی لکھا ہے۔ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی اور کے پاس نہیں بھیجا گیا۔

(متی، باب ۱۵ فقرہ ۲۴)

انجیل ہی میں دوسری جگہ یوں لکھا ہوا ہے:

''غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔'' (متی، باب ۱۰ فقرہ ۵-٦)

اس صاف اعلان کے بعد مسیح کو کل دنیا کے لیے بتلانا خدا کے راست باز نبی کو جھٹلانے کے مترادف ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ مسیح علیہ السلام کے بارہ کے بارہ شاگرد بنی اسرائیل سے تھے یعنی عیسیٰ علیہ السلام بھی صرف بنی اسرائیل کے نبی ہیں عالمگیر نہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کے متعلق تورات کیا کہتی ہے؟

موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی تورات کے مقاصد وہی ہیں جو انجیل کے عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

''اب دیکھ بنی اسرائیل کی فریاد مجھ تک آئی اور میں نے وہ ظلم جو مصری ان پر کرتے ہیں، دیکھا ہے۔ بس اب تو جا۔ میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں، میرے لوگوں کو جو بنی اسرائیل ہیں مصر سے نکال۔'' (خروج باب ۳، فقرہ ۷ تا ۱۰)

اسی طرح کتاب استثناء میں ہے:

''موسیٰ (علیہ السلام) نے ہم کو ایک شریعت (کی وصیت) فرمائی جو کہ یعقوب (علیہ السلام) کی جماعت کی میراث ہو۔''

مذکورہ بالا حوالہ جات نے شریعت تورات کو اسرائیلیوں کے ساتھ خاص کر دیا ہے، اگر یہ آخری کتاب استثناء والا فقرہ نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ کوئی مدعی کہہ سکتا کہ شریعت تورات سب دنیا کے لیے عالمگیر ہے۔ اب آیئے دلائل کی طرف:

(۱) تمام لوگوں کا رسول:

قرآن کے وہ مقامات جہاں پر رسالت محمد ﷺ کے بارے میں فرمایا، کہا کہ: ''للناس'' (تمام لوگوں کے لیے)

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا﴾ (النساء: ۷۹)

''ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے۔''

(۲) تمام جہاں والوں:

جن آیات میں یہ ذکر ہے کہ ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ (الانبیاء: ۱۰۷)

''ہم نے تجھے بھیجا تمام جہاں والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے رحمۃ للعالمین کی عمدہ تفسیر فرمائی جو ہر محبّ رسول ﷺ کے لیے قابل مطالعہ ہے۔

(۳) جملہ بنی نوع جن وانس کا نبی ﷺ:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ﴾ (السباء : ۲۸)

''ہم نے آپ کو جملہ بنی نوع (جن) وانس کے لیے بھیجا ہے۔''

جبکہ باقی انبیاء......:

﴿وَ اِلٰى مَدۡيَنَ اَخَاهُمۡ شُعَيۡبًا﴾ (الاعراف : ۸۵)

''مدین والوں کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔''

﴿وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمۡ هُوۡدًا﴾ (الاعراف : ٦٥)

''عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو۔''

﴿وَ اِلٰى ثَمُوۡدَ اَخَاهُمۡ صٰلِحًا﴾ (الاعراف : ۷۳)

''ثمود کی طرف صالح کو۔''

﴿لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰى قَوۡمِهٖ﴾ (الاعراف : ۵۹)

''نوح کو ان کی قوم کی طرف۔''

لیکن محمد ﷺ کو بنی نوع جن وانس کی طرف۔

(۴) سبوں کا نبی ﷺ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلۡ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ جَمِيۡعَا﴾

(الاعراف : ۱۵۸)

''کہہ دیجیے! اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف رسول بن کر آیا ہوں۔''

(۵) جہاں تک دعوت پہنچے ان سب کا نبی ﷺ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلۡ اَىُّ شَىۡءٍ اَكۡبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ شَهِيۡدٌ بَيۡنِىۡ وَ بَيۡنَكُمۡ وَ

اُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ﴾ (الانعام: ۱۹)
''آپ ان سے پوچھئے کہ سب سے بڑھ کر سچی گواہی کس کی ہے؟ آپ کہئے اللہ کی، جو میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے نیز یہ کہ قرآن میری طرف وحی کیا گیا ہے تا کہ اس میں تمہیں بھی ڈراؤں اوران سب کو بھی جن تک یہ پہنچے۔''

(۶) جنوں سے خاص خطاب:

﴿قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًاo یَهْدِیْ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا اَحَدًاo﴾ (الجن: ۱تا۲)
''اے محمد (ﷺ)! آپ کہہ دیجیے کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (قران) سنا اور کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو راہ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے،ہم اس پر ایمان لا چکے (اب) ہرگز کسی کو بھی اپنے ربّ کا شریک نہ بنائیں گے۔''
اسی طرح صحیح مسلم کتاب التفسیر اور ابوداؤد کتاب الادب میں جنوں کے اسلام کا تذکرہ موجود ہے۔

(۷) اہل کتاب سے خاص خطاب:

﴿قُلْ لِّلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ الْاُمِّیّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ﴾ (آل عمران: ۲۰)
''اہل کتاب اوران پڑھ لوگوں سے کہہ دیجیے کہ کیا تم اطاعت کرتے ہو؟ پس اگر یہ بھی تابعدار بن جائیں تو یقیناً ہدایت والے ہیں اور اگر یہ روگردانی کریں تو آپ پر صرف پہنچا دینا ہے۔''

حاصل کلام:

یہ ہے کہ اللہ کے نبی سیّدنا ومولانا محمد نبی الامی ﷺ دنیا جہاں کے تمام جن وانس کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں اگر کوئی اب بھی ایمان نہیں لاتا تو پھر حرمان خیر کے لیے فرمان نبوی ﷺ ہے:

((عن ابی هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ والذی نفس بيده لا يسمع بی رجل من هذه الامة يهودية ولا نصرانی ثم لا يومن بی الا دخل النار .))[1]

[1] صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب وجوب ايمان برسالة نبينا محمد ﷺ الى جميع الناس ونسخ الملل مملته ح: ١٥٢.

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس امت میں کوئی یہودی ہو یا نصرانی (عیسائی) وہ میری نبوت کے بارے میں سنے اور ایمان نہ لائے تو وہ جہنم میں جائے گا۔''

۳...... آپ ﷺ خاتم النّبیین ہیں اور آپ ﷺ کی رسالت خاتمۃ الرسالات ہے۔

ختم نبوت:

(۱)...... ختم وخاتم کا معنی ہے کسی چیز کو ڈھانپ دینا اس انداز ے کو نہ تو اس سے کچھ نکلے نہ داخل ہو۔

(۲)...... ختم کسی چیز کے آخری حصہ یا انتہا کو بھی کہا جاتا ہے۔

تو پھر ختم نبوت کا معنی ہوا سلسلہ نبوت کی انتہاء وبندش جیسا کہ کلام باری تعالیٰ میں ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ

وَخَاتَمَ النَّبِيّنَ﴾ (الاحزاب : ٤٠)

''محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النّبیین (نبیوں کے سلسلہ کو ختم کرنے والے) ہیں۔''

لب لباب:

یہ کہ خَاتَمْ اور خَتَمْ دونوں معنی ایک ہیں (دیکھئے: المحکم لابن سیدہ ٢٦/٥ و لسان العرب ١٦٣/١٢) القاموس المحیط ١٥/٢/ تاج العروس للزبیدی ٢٦٦/٨، المفردات ص ١٤٢۔١٤٣/ المنتهى الادب والمنجد وغیرہ)

النّبیین کا الف لام جنس کا ہے جو کہ جملہ انبیاء ورسل کو شامل ہے۔

کلام اللہ کی آیت اعلان کر رہی ہے کہ سیّدنا ومولانا محمد رسول اللہ النبی الامی ﷺ کے وجود باوجود پر نبوت کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔

یہ ایک عجیب پیش گوئی ہے اور اس کے اندر ایک عجیب طاقت منجانب اللہ موجود ہے۔ ایران کو دیکھو، وہاں ہزاروں سال تک متواتر سروش آسمانی کی آوازیں بیسیوں پاک سرشت بزرگوں کو سنائی دیتی رہی۔

ہندوستان کا دعویٰ ہے کہ یہاں کروڑوں سال تک مہارشی ایسے ہوئے جن پر آکاس بانی کا پرکاش ہوتا رہا۔

بنی اسرائیل کے حالات پڑھو، جہاں ایک ایک وقت دو، دو، چار، چار نبی موجود پائے گئے۔

مصریوں چینیوں نے بھی سینکڑوں سال تک اپنے اندر نبوت ورسالت ہونے کے دعاوی کو بلند کیا۔

لیکن جب سے کلام اللہ میں آیت زیب عنوان ہوا ہے اور ختم نبوت کا فرمان سنا دیا گیا

ہے اس وقت سے ان سب مذاہب وادیان نے بھی اپنے اپنے دروازوں پر قفل ڈال دیے ہیں۔

مجوسی اب کیوں کسی شخص کو جائے اسپ وزرتشت کے اورنگ پر نہیں بٹھاتے۔ آریہ دت اب کیوں آکاش بانی کا ایک حرف بھی سنتا۔

بنی اسرائیل کیوں اپنی قوم اور اپنے ملک میں کسی کا نبی ہونا تسلیم نہیں کرتے۔

پیارے ناظرین! یہ سب قدرت الٰہیہ کا روشن کارنامہ ہے۔ جس نے نبی کریم ﷺ کو خاتم النّبیین بتانے کے بعد تمام دنیا کے جملہ مذاہب کے دماغوں اور طبیعتوں سے بھی یہ بات نکال دی ہے کہ خود ان کے مذہب کے اندر بھی کسی کو نبی، رسول، پیغمبر واوتار کہا جائے۔

(رحمتہ اللعالمین ج ۲، ص ۸۱۔۸۲)

شریعت مطہرہ میں اس جزء ایمان کے ثبوت کے لیے پانچ قسم کے دلائل وارد ہوئے ہیں۔

(۱)...... آیات (۲)...... احادیث صحیحہ صریحہ (۳)...... تمثیلی احادیث (۴)...... نبی کریم ﷺ کے بعض اسماء اور اقوال صحابہ (۵)...... آپ ﷺ کا جھوٹے نبیوں سے ڈرانا۔

(۱) آیات قرآنیہ:

زیب عنوان کے تحت ایک آیت اوپر گزر چکی ہے۔

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدہ: ۳)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"هذه اكبر نعم الله تعالى على هذه الامة حيث اكمل تعالى

لهم دينهم فلا يحتاجون الى دين غيره ولا الى نبى غير نبيهم صلوت الله وسلامه عليه، ولهذا جعله الله تعالى خاتم الانبياء وبعثه الى الانس والجن .)) (ابن کثیر ٢/٤٦٥)

''اس امت پر اللہ تعالیٰ کی یہ سب سے بڑی عظیم الشان نعمت ہے کہ اس نے ان کے لیے ان کے دین کو کامل اور مکمل کر دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خاتم الانبیاء بنا کر قیامت تک کے جنوں اور انسانوں کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔''

(۲) احادیث رسول ﷺ:

اگر اس مضمون کی احادیث کو جمع کیا جائے تو اپنے مفہوم و مدعی کے لحاظ سے یہ تواتر کی حد کو پہنچ جاتی ہیں۔

یعنی یہ عقیدہ اجماع امت کے ساتھ ساتھ متواتر احادیث سے بھی ثابت ہے جو اس عقیدہ میں کوئی قدغن یا نقب لگانے کی کوشش کرے گا یا تو وہ جھوٹے نبی کہلائے گا یا پھر مرتد عن الاسلام ہوگا اس میں کوئی تیسری راہ نہیں ہے۔

(١)...... ((عن ابى هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ .... انت رسول الله، وخاتم الانبياء .)) [1]

[1] صحيح بخارى، كتاب التفسير باب ذرية من حملنا مع نوح......، ح٤٧١٢ .

ایک لمبی حدیث جس میں قیامت کے دن کا تذکرہ ہے اور اس بات کا ذکر ہے کہ لوگ تمام رسولوں کے پاس جائیں گے کہ آپ اللہ کے ہاں ہماری سفارش کریں تا کہ حساب شروع ہو جائے ہر نبی دوسرے نبی (علیہم السلام) کی طرف بھیجیں گے آخر کار لوگ نبی علیہ السلام کے پاس آ کر عرض کریں گے۔

اے محمد ﷺ! آپ اللہ کے رسول اور خاتم النّبیین ہیں۔

(۲)...... ((عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال: كانت بنو اسرائيل تسوسهم الانبياء، كلما هلك نبی خلفه نبی وانه لا نبی وبعدی.)) ❶

❶ صحيح بخاری، کتاب احاديث الانبياء، باب ما ذكر عن بنی اسرائيل، ح: ٣٤٥٥.

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء کیا کرتے تھے جب کوئی نبی فوت ہوجاتے تو دوسرے نبی ان کے جانشین ہوجاتے مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔''

(۳) تمثیلی احادیث:

((عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ ان رسول الله ﷺ قال: ان مثلی ومثل الانبياء من قبلی كمثل رجل بنی بيتا فاحسنه واجمله الا موضع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون به ويعجبون له ويقولون: هلا وضعت هذه اللبنة؟ قال فانا اللبنه وانا خاتم النبيين.)) ❶

❶ صحيح بخاری، کتاب المناقب باب خاتم النبيين، ح: ٣٥٣٤.

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی نے ایک عمارت بنائی اور خوب حسین وجمیل بنائی مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوٹی ہوئی تھی۔ لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اور اس کی خوبصورتی پر اظہار حیرت کرتے تھے مگر کہتے کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النّبیین ہوں۔''

یعنی میرے آنے کے بعد نبوت کی عمارت مکمل ہوچکی ہے، اب کوئی جگہ باقی نہیں ہے جسے پُر کرنے کے لیے کوئی آئے اور (مسلم کتاب الفضائل باب ذکر کونہ ﷺ خاتم النّبیین ح:

۲۲۸۶ و ۲۲۸۷) کے تحت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کے ساتھ چار اسناد نقل کی ہیں اور ایک میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

((جئت فختمت الانبياء علیہم السلام .))

''پس میں آیا اور میں نے انبیاء کے آنے کا سلسلہ ختم کر دیا۔''

(۴) اسماء النبی ﷺ واقوال صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین:

((عن جبير بن مطعم ان النبى ﷺ قال: انا محمد، وانا احمد، وانا الماحى الذى يمحى فى الكفر، وانا الحاشر الذى يحشر الناس على عقبى وانا العاقب، والعاقب الذى عيسى بعده نبى .))[1]

[1] صحيح مسلم، كتاب الفضائل باب فى اسمائه ﷺ ح: ٢٣٥٤، وبخارى كتاب المناقب، باب فى اسماء رسول الله ﷺ......، ح: ٣٥٣٢.

''جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں محمد ہوں میں احمد ہوں۔ میں ماحی بھی ہوں اس لیے کہ میرے سبب اللہ تعالیٰ کفر کو مٹائے گا اور میرا نام ''حاشر'' بھی ہے لوگوں کو میرے نقش قدم پر اٹھایا جائے گا اور میرا نام ''عاقب'' بھی ہے اور عاقب سے مراد وہ شخص جس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔''

وہ عاقب ہے سب سے پیچھے آنے والا جملہ انبیاء کی اقتداء کو جمع کرنے والا عدیم النظیر عدیم المثال، آغاز نبوت کا انجام اور انجام رسالت کا اتمام۔

اقوال صحابہ:

((عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انه قال ان اناسا كانو يوخذون بالوحى فى عهد رسول الله ﷺ وان الوحى قد انقطع، وانما ناخذكم الآن بما ظهر لنا من اعمالكم .))[1]

❶ صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب الشهداء العدول، ح: ٢٦٤١.

''بے شک لوگ عہد نبوی میں وحی کے ذریعے مواخذہ کیے جاتے تھے لیکن اب وحی منقطع ہو چکی ہے۔''

((قال اسماعيل قلت لابن ابى اوفى! لأتيت ابراهيم بن النبى ﷺ؟ قال: مات صغيرا ولو قفى ان يكون بعد محمد ﷺ بنى عاش ابنه ولكن لا نبى بعده.))❶

❶ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من سمى باسماء الانبياء، ح: ٦١٩٤.

''اسماعیل بن خالد الکوفی رحمہ اللہ (تابعین میں سے ہیں) کہتے ہیں میں ابن ابی اوفی (یعنی عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ) سے دریافت کیا کہ کیا آپ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند ابراہیم کو دیکھا تھا؟ (اسماعیل کہتے ہیں کہ مجھے جواباً انہوں نے) کہا وہ بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے اگر یہ فیصلہ کیا جاتا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوگا تو آپ ﷺ کے فرزند زندہ رہتے لیکن نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔''

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ جب نبی کریم ﷺ کو آخری غسل دے رہے تھے تو اپنی زبان سے یوں فرما رہے تھے:

"بابى انت وامى لقد انقطع بموتك ما ينقطع بموت غيرك من النبوة والنباء واخبار السماء."❶

❶ نہج البلاغہ ص ٢٠٥، چھاپہ مطبع دار السلطنت تبریز ١٢٢٧ھ، منقول از رحمة للعالمين ج٣، ص ٨٥.

''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں حضور ﷺ کی موت سے وہ چیز ختم ہوگئی جو اور کسی شخص کی موت سے ختم نہ ہوئی تھی۔ یعنی نبوت اور اخبار غیب اور آسمان سے خبروں کا آنا اب ختم ہو گیا۔''

(۵)ختم نبی......:

آپ ﷺ صادق المصدوق نے اپنی زندگی مبارکہ ہی میں پیشین گوئی فرمادی تھی کہ میرے بعد قیامت تک تقریباً تیس ۳۰ جھوٹے دجال کذاب پیدا ہوں گے اور ہرایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

((عن ابی هريرة رضي الله عنه ان رسول الله ﷺ قال: لا تقوم الساعة فی تقتل فئتان عظيمتان تكون بينهما مقتله عظيمة ، دعوتهما واحدة ، وحتى يبعث دجالون كذابون قريب من ثلاثين كلهم يزعم انه رسول الله......الخ .))❶

❶ صحيح بخاری، کتاب الفتن باب ح۲۱۲۱، ومسلم کتاب الفتن، باب اذ تواجه المسلمان بسيفيهما، ح......

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی کہ جب تک دو گروہ آپس میں نہ لڑیں۔ دونوں میں بڑی جنگ ہوگی اور دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا اور قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تیس کے قریب جھوٹے دجال ظاہر نہ ہوں (یعنی) ان میں سے ہر ایک یہی دعویٰ کرے گا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔''

اب بھی اگر کسی نے ایسا دعویٰ کیا یا کرے گا جو بھی اس دیوار کو پھاندنے کی کوشش کرتا ہے وہ ان تیس (یا بعض روایات کے مطابق کم وبیش) افراد میں داخل ہوگا۔

۳......آپ ﷺ کی نبوت ورسالت گذشتہ تمام شریعتوں کی ناسخ ہے۔

آپ ﷺ کی نبوت تمام شریعتوں کی ناسخ ہے:

اسلامی ادب کا یہ دعویٰ ہے کہ پیغمبر اسلام آخری پیغمبر اور کتاب اسلام آخری کتاب اور امت محمد ﷺ (یعنی امت اسلام) آخری امت قرآن زندوں کے لیے رہنما ہے کتب

سابقہ کا نگران نگہبان ومحافظ ہے پچھلی غلطیوں کی اصلاح کرتا ہے اور آگے قیامت تک کے لیے دستور العمل و نظام حیات وضع کرنا اور تمام جنوں انسانوں تمام مذاہب تمام اقوام کو پیغام دعوت میں شریک کرتا ہے اور خود پیغمبر فرماتے ہیں میں ہر کالے، گورے اور عجمی کے لیے رہبر و رسول بن کر آیا ہوں اور تمام اس شریعت میں شریک ہی نہیں بلکہ کسی کو کسی پر اجارہ داری وثوق کا حق حاصل نہیں۔

لہٰذا اب پچھلی شریعتیں منسوخ ہیں اور میری شریعت کے بعد قیامت تک کسی اور شریعت و نظام دستور العمل راہ نجات کی ضرورت نہیں ہے۔

اس کے کچھ دلائل تو ہے پیچھے عالمگیر نبی کریم ﷺ کے تحت دے آئے ہیں کچھ اس اجمال کی مزید توضیح نیز آگے چند مراحل میں نذر قارئین ہے۔

۱: نسخ شرائع پر قرآنی دلائل

۲: احادیث رسول ﷺ

۳: سابقہ کتب اور انبیاء سابقین علیہم السلام کی دعوت

نسخ شرائع پر قرآنی دلائل:

﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَo﴾ (آل عمران: ۸۱)

’’اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے یہ عہد لیا کہ اگر میں تمہیں کتاب حکمت عطاء کروں پھر کوئی ایسا رسول آئے جو اس کتاب کی تصدیق کرتا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تمہیں اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی

ہوگی اللہ تعالیٰ نے (یہ حکم دے کر نبیوں سے) پوچھا؟ کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو اور میرے اس عہد کی ذمہ داری قبول کرتے ہو؟ نبیوں نے جواب دیا ہم اس کا اقرار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو اب تم اس بات پر گواہ رہو اور میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔''

دعویٰ عموم اور خطاب عموم:

سابقہ کتب میں سے کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جس میں یہ دعویٰ ہو کہ یہ تمام جہاں والوں کے لیے اور کہیں بھی تمام اولاد آدم کو خطاب نہیں کیا گیا بلکہ تورات انجیل تو بار بار کہتی ہیں بنی اسرائیل کا خدا: اے بنی اسرائیل جبکہ قرآن نے کہا:

﴿إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ﴾ (الانعام: ۹۰)

﴿إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ (یوسف: ۱۰۴، ص: ۸۷)

﴿وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ (القلم: ۵۲)

ان تینوں آیات میں چاروں مقامات پر قرآن کو تمام جہانوں کے لیے نصیحت کہا گیا ہے۔

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ (الاعراف: ۳۱)

اس آیت میں پوری اولاد آدم کو خطاب کیا گیا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو حکم دیتے ہیں کہ:

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾

(الاعراف: ۱۵۸)

''آپ دنیا والوں کو بتا دیجیے آپ سب کے رسول ہیں (چاہے ان کا تعلق کسی بھی نسل برادری یا مذہب سے ہو)۔''

ایک اہم بات:

وہ یہ کہ ہر نبی نے اپنے بعد آنے والے ایک نبی کی خوشخبری دی ہے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ یہ دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہوگیا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام نے آ کر بتایا کہ میں تورات کو منسوخ کرنے نہیں آیا۔ جبکہ نبی علیہ السلام نے علی الاعلان یہودیوں اور عیسائیوں، مجوسیوں اور مشرکین کو دعوت اسلام دی ہے کہ سب اپنے اپنے دین چھوڑ کر خالص دین اللہ الاسلام اپنالو۔ جس کی واضح نشان دہی احادیث مبارکہ میں موجود ہے۔ ملاحظہ ہو:

احادیث سے نسخ شرائع سابقہ کے دلائل:

((عن ابی هريرة عن رسول اللهﷺ انه قال: والذی نفس محمد بيده الا يسمع بی احد من هذه الامة يهودی ولا نصرانی ثم يموت ولم يؤمن بالذی ارسلت الا كان من اصحاب النار.))[1]

[1] صحيح مسلم، كتاب الايمان باب وجوب الايمان برسالة نبينا ﷺ الى جميع الناس ونسخ الملل بملته ح: ٢٤٠.

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس امت میں کوئی بھی یہودی یا عیسائی میرے متعلق سن لیتا ہے اور اس کے بعد اس اپنی سابقہ شریعت کو چھوڑ کر میری اس شریعت پر ایمان نہیں لاتا اور اس بے ایمانی کی حالت میں مرجاتا ہے تو وہ جہنم میں جائے گا۔''

((عن ابی بردة بن ابی موسی عن ابيه، ان رسول اللهﷺ قال: ثلاثة يوتون اجرهم مرتين: رجل من اهل الكتاب امن

نبيه وادرك النبي ﷺ فأمن به واتبعه وصدقه فله اجران .)) [1]

[1] صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب سابق، ح: ٢٤١.

''ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں جن کے لیے ڈبل اجر ہے۔''

جو اہل کتاب (تورات وانجیل وغیرہ کو ماننے والا) میں سے جو اپنے نبی علیہ السلام پر ایمان لایا اور پھر نبی ﷺ کے زمانہ نبوت کو پالیتا ہے آپ پھر ایمان لاتا ہے آپ ﷺ کی اتباع کرتا ہے اور آپ ﷺ کی تصدیق کرتا ہے تو اس کے لیے دھرا اجر ہے۔

اس حدیث میں ایمان کے ساتھ ساتھ دو اور چیزوں کی بھی تاکید کی گئی ہے۔

(۱) **اتباع**:...... آپ ﷺ کی سنن وطریقہ کو اختیار کرنا۔

(۲) **تصدیق**:...... آپ کی نبوت کی اور جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں (یعنی قرآن و حدیث میں موجود ہر چیز کی)

اسی طرح نزول عیسیٰ علیہ السلام کی تمام احادیث بھی اس مضمون پر دال ہیں۔

(۳) سابقہ کتب سے شریعت محمد ﷺ کے ناسخ ہونے کے دلائل:

اس بحث میں پہلی اصولی بات تو یہی ہے کہ سابقہ پیغمبروں میں سے آخری پیغمبر سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ وہ اپنی شریعت ودعوت کے متعلق یوں گویا ہیں۔

''یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔'' (متی باب ۵، فقرہ ۱۷)

''پس جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں وہی تم بھی ان کے ساتھ کرو کیونکہ توریت اور نبیوں کی تعلیم نہیں ہے۔'' (متی باب ۷، آیت ۱۲)

قول موسیٰ علیہ السلام:

کتاب استثناء باب ۳۲ فقرہ ۴ میں ہے:

''موسیٰ نے ہم کو ایک شریعت کی وصیت فرمائی جو کہ یعقوب علیہ السلام کی جماعت کی میراث ہو۔'' (باب ۳۲، فقرہ ۴)

یہ قول اور عیسیٰ علیہ السلام کا قول آپ عالمگیر نبی پاک ﷺ کے ذیل میں آپ بڑھ چکے ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں نسلی شریعتیں ہیں۔

اپنے بعد آنے والے پیغمبر کی خوشخبری:

(۱) موسیٰ علیہ السلام کا فرمان:

''خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اس کی سننا تیری درخواست کے مطابق ہوگا جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن خواب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی پھر آواز سننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہو تاکہ میں مر نہ جاؤں اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کہتے ہیں ٹھیک کہتے ہیں میں ان کے لیے ان کے بھائیوں میں تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا۔''

(کتاب استثناء، باب ۱۸، فقرہ ۱۵)

۲: قول عیسیٰ علیہ السلام:

''لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔'' (یوحنا باب ۱۶، فقرہ ۷ تا ۱۶)

اس کے علاوہ متی باب ۲۱ فقرہ ۳۳ تا ۴۶ یوحنا باب ۱۴ فقرہ ۱۵ تا ۱۷ وفقرہ ۲۵ تا ۳۰ و

باب ۱۵ فقرہ ۲۵ و ۲۶ میں بھی آنے والے نبی کی خوشخبری موجود ہے۔

اسی کے بارے میں قرآن فرماتا ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ﴾ (الاعراف: ۱۵۷)

''(پس آج یہ رحمت ان لوگوں کا حصہ ہے) جو اس پیغمبر، نبی امی کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر انہیں اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے۔''

اس کی وضاحت یوں فرمائی:

﴿وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ﴾ (الصف: ٦)

''اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا تھا کہ اے اسرائیل کے بیٹو میں تمہاری طرف کا اللہ کا رسول ہوں میں اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا اس کا نام بڑی تعریف والا ہوگا۔''

قرآن اور سابقہ کتب کی مذکورہ پیش گوئیوں اور عبارات سے مندرجہ ذیل باتیں سامنے آتی ہیں:

۱: انبیاء بنی اسرائیل نسلی انبیاء تھے۔
۲: ان کی شریعتیں بھی اسی نسل کے لیے تھیں۔
۳: ہر ایک نے کہا ایک نبی میرے بعد آئے گا۔ یعنی ابھی شریعت الٰہیہ کی تکمیل ہونا باقی ہے۔
۴: ان میں سے کوئی بھی شریعت و کتاب افاقی نہیں تھی اور نہ ہی دائمی تھی۔

لہٰذا انسانیت کے لیے ایک ایسی شریعت کی ضرورت تھی جو آفاقی بھی ہوا اور دائمی بھی

مرورِ زمانہ سے ہم آہنگ بھی سو وہ شریعت شریعت محمد ﷺ ہے۔

غلط فہمی کا ازالہ:

اگر کوئی یہ کہے کہ بدھ مت (ہندومت) اور بدھ مت وغیرہ تو آفاقی مذاہب ہو سکتے تھے۔مگر نہیں ان میں بھی یہ صلاحیت نہیں تھی کیونکہ بدھ مت کی صدہا سالہ تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ انہوں نے اپنے عروج میں بھی ہندوجاتی کے علاوہ کسی دوسری قوم کو اپنے دین کی دعوت نہیں دی اور کسی غیر مذہب اسرائیلی، بابلی، مصری، حجازی، مغربی وغیرہ کے ماننے والے کو اپنے دین میں داخل نہیں کیا۔ تاریخ کی یہ زبردست شہادت بدھ ازم کو محدود رقبہ محدود قوم کے لیے خاص بتا رہی ہے۔

ہندو مذہب:

ہندو مذہب پر بھی برہمن کی اجارہ داری ہے کوئی کھتری برہمن کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا کوئی شودر مندر نہیں جا سکتا کمی وبیش کو وید سمرتی پڑھنے کا کوئی حق نہیں ہے اور نہ ہی اس نے اپنے زمانہ عروج مہابھارت کی جنگ سے قبل کسی کو اپنے مذہب داخل کیا اور نہ ہی غیر قوموں میں اس کی تبلیغ کی۔

حیرت انگیز بات:

اگر تاریخ کے دریچوں میں دور تک جھانکا جائے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ شریعت موسوی کا امام کبھی کسی غیر اسرائیلی کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ روما کے کلیسا نے پطرس کا جانشین کبھی کسی غیر یورپین کو تسلیم نہیں کیا اور ایشیائی نسل کا کوئی شخص کبھی پوپ نہیں بنایا گیا۔

ہندو قوم میں کبھی کوئی یہودی یا عیسائی یا مغربی نسل کا شخص رشی مہارشی، بلکہ کسی مندر کا پجاری نہیں بنایا گیا۔ (رحمۃ للعالمین ج۳،ص۷۸)

جبکہ اسلام نے کہا:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ (الحجرات : ١٠)

''مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔''

ابھی مزید فیضان رحمت دیکھیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

((یایها الناس، الا ان ربکم واحد، وان اباکم واحد، الا لافضل لعربی علی اعجمی ولا لعجمی علی عربی ولا حمر علی اسود ولا اسود علی احمر الا بالتقوی .))❶

❶ مسند احمد ٥/٤٤١، ح٢٢٩٧٨.

''اے لوگو! خبردار تم سب کا ربّ ایک ہے تم سب کا باپ (آدم) ایک ہے خبردار کسی عرب کو عجمی پر کسی عجمی عربی پر کسی گورے کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں۔ ہاں فضیلت و افضیلت کا معیار تقویٰ ہے۔''

ہاں تو ایسا ہی مذہب وقانون دستور العمل نظام حیات و دستور زندگی کی دائمی ہوسکتا ہے۔ جس کا ربّ العالمین، نبی رحمۃ للعالمین، کتاب ہدایت ذکر للعالمین، جس کا مرکز مشہور یعنی کعبہ (مبارکا و ہدی للعالمین ہو یعنی تمام کائنات کے لیے برکت و ہدایت کا سرمایہ ہے۔

جس میں ہر ایک کو رابر کا حق ملے برابر کی عزت ملے برابری کا احترام ملے جس میں عمومی و دائمی اور آفاقی ہو نہ کہ نسلی علاقائی اور رنگوں کے ساتھ جڑے ہوئے ہوں۔

۞......آپ ﷺ نے کما حقہ رسالت کا فریضہ انجام دیا اور امت کی خیر خواہی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، بلکہ امت کو واضح دین پر چھوڑا جس کی رات دن کی طرح روشن ہے۔

آپ ﷺ نے رسالت پہنچانے کا حق ادا فرما دیا:

جی ہاں ہر مسلمان کا یہ عقیدہ اور ہونا بھی چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کو جو اللہ ربّ العزت کے ذمہ دار سونپی انہوں نے ان کو احسن انداز میں ادا فرمایا وہ ذمہ داری ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ (المائدہ: ٦٧)

''اے رسول ﷺ! جو کچھ آپ کے ربّ کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچا دیے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو اللہ کا پیغام پہنچانے کا حق ادا نہ کیا اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا۔''

آپ ﷺ نے پہنچایا بغیر کسی ملامت کی ملامت کے خوف اور پہنچانے میں اتنی محنت کی کہ رب تعالیٰ خود فرماتا ہے:

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا﴾ (الکهف: ٦)

''آپ شاید ان کافروں کے پیچھے اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالیں گے اس غم سے کہ یہ لوگ اس قرآن پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی توصیف اس انداز میں فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۝﴾ (التوبہ: ١٢٨)

''اے لوگو! تمہارے پاس تمہی میں سے ایک رسول آیا ہے۔ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو اسے گراں گزرتی ہے وہ (تمہاری فلاح و ہدایت کا) حریص ہے مومنوں پر نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔''

احتیاط:

اللہ کی طرف سے سند مل جانا کافی تھا کہ آپ مطمئن ہو جاتے لیکن آپ ﷺ نے کمال احتیاط کا مظاہرہ فرماتے کئی مواقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے اس کے متعلق سوال فرمایا:

((عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت خسفت الشمس على عهد رسول الله ﷺ الا هل بلغت ثم رفع بديه فقال اللهم! هل بلغت.))❶

❶ صحیح مسلم، کتاب الكسوف باب صلاة الكسوف، ح۹۰۱.

''عائشہ رضی اللہ عنہا صلاۃ الکسوف کا لمبا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اس کے بعد آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر فرمایا: اے اللہ میں نے یقیناً تیرا پیغام پہنچا دیا۔''

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع کا پورا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ خطبہ دینے کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"وانتم تسئالون عنى فما انتم قائلون؟ قالوا: نشهد انك قد بلغت واديت ونصحت، فقال باصعه السبابه يرفعها الى السماء وينكتها الى الناس لا اللهم! اشهد اللهم! اشهد ثلاث مرات."❶

❶ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ ح١٢١٨ واحمد ٣٢٠/٣، وابوداؤد كتاب المناسك باب صفة حج النبی ﷺ ح ١٩٠٧، ١٩٠٨.

''لوگو! قیامت کے دن تم سے میرے بارے میں بھی پوچھا جائے گا۔ مجھے ذرا بتاؤ تم کیا جواب دو گے۔ سب نے کہا: ہم اس کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا۔ آپ نے رسالت ونبوت کا حق ادا کر دیا۔ آپ نے خوب نصیحت و خیر خواہی بھی کی۔ اس وقت نبی کریم ﷺ نے اپنی انگشت شہادت کو اٹھایا۔ نبی کریم ﷺ اپنی انگلی مبارک آسمان کی طرف اٹھاتے تھے اور اس کو لوگوں کی طرف جھکاتے تھے (اور ساتھ ساتھ فرماتے) اے اللہ! سن لے تیرے بندے کیا کہہ رہے ہیں اے اللہ گواہ رہنا۔''

اعتقاد صحابہ رضی اللہ عنہم:

((عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: من حدثك ان محمدا ﷺ کتم شیئا مما افترا الیه فقد کذب .))❶

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر باب یایها الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك، ح: ٤٦١٢ .

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جو شخص یہ گمان کرے کہ نبی کریم ﷺ نے کچھ چھپالیا اس نے یقیناً جھوٹ کہا۔''

شاہراہ مصفا:

جس شاہراہ پر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں چھوڑ کر گئے ہیں اس شاہراہ کے بارے میں خود فرمایا:

((عن عرباض بن ساریة...... قال: قد ترکتکم البیضا لیلها کنهارها ولا یزیغ عنها بعدی الا هالك .))❶

❶ ابن ماجه، مقدمه باب اتباع سنته الخلفاء الراشدین، ح: ٤٣ .

''عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں روشن شریعت پر چھوڑ رہا ہوں جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے، میرے بعد وہی شخص گمراہی و کج روی اختیار کرے گا جو ہلاک ہونے والا ہے۔''

یعنی یہ ایسا راستہ ہے جس میں کوئی شک شبہ دھندلاہٹ اور کسی قسم کی بھی ملاوٹ نہیں ہے بلکہ پاک صاف اور دن کی طرح روشن اور آفتاب کی طرح چمک دار ہے اس پر چل کر کوئی گمراہ نہیں ہوسکتا۔ ہاں وہ شخص جو فتنوں سے جھانکنے لگے اور ادھر ادھر متوجہ ہونے لگے اور واضح راستہ کو چھوڑ کر شیطان کے پیچھے چل پڑے۔

ایک ضروری بات:

یہ بات ذہن میں رہے کہ ''تعرف الاستباز باضدادها''کہ ہر چیز اپنی ضد نقیض و

مخالف سے پہچانی جاتی ہے اسی طرح مذکورہ باقی ایمان کا حصہ ہیں اگر معاملہ اس کے برعکس ہوجائے تو یہ سب بھی نواقض ایمان کہلائیں گی۔

هذا ما عندی والله اعلم بالصواب

﴿۵﴾......آپ ﷺ معصوم عن الخطاء ہیں، آپ ﷺ کا کوئی بھی لمحہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی نافرمانی میں نہیں گزرا۔

﴿۶﴾......آپ ﷺ نے دین کے بارے میں جو تفاصیل پیش کیں ہیں وہ بمصداق ﴿ وَمَا ینْطِقُ عَنِ الْهَوٰىo اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحیٰo ﴾ بلاشک وشبہ صحیح اور صائب ہیں۔

نواقض ایمان بالرسول

اور پھر ایمان بالرسول کے تحت ان تمام افعال و اعمال سے بچنا ضروری ہے جو آپ ﷺ پر ایمان کی نفی کریں، ہم ان افعال واعمال کو ''نواقضِ ایمان بالرسول'' کا نام دے سکتے ہیں، یہ دو قسم پر ہیں: پھر ان کی آگے کئی قسمیں ہیں جن میں سے فقط سات کا ذکر کرتے ہیں:

﴿۱﴾ آپ ﷺ کی شخصیت کا مذاق اڑانا کرنا۔

﴿۲﴾ آپ ﷺ کی شریعت کا مذاق اڑانا۔

﴿۳﴾ رسول اللہ ﷺ کی بات سے منہ پھیرنا۔

﴿۴﴾ آپ ﷺ کی بات میں شک کرنا۔

﴿۵﴾ آپ ﷺ کی بات کا انکار کرنا۔

﴿۶﴾ آپ کی بات کے آگے تکبر کرنا۔

﴿۷﴾ آپ ﷺ کو وحی کے بارے میں جھٹلانا۔

﴿۸﴾ آپ ﷺ کے حکم سے بغض رکھنا۔

(۹) آپ ﷺ کے حلال کو حرام یا حرام کو حلال کہنا۔

آپ ﷺ کی شخصیت میں طعن کرنا:

جو آدمی ایمان لانے کے بعد آپ ﷺ کی ذات بارے کسی گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے یا آپ ﷺ کی عفت و پاکدامنی اور عقل ودانش پر حرف گیری کا ارتکاب کرتا ہے یا آپ ﷺ کو گالی دینے جیسے بُرے فعل میں ملوث ہوتا ہے یا آپ کے نسب وحسب اور دین داری میں کوئی عیب نکالتا ہے یا آپ ﷺ سے بغض وعناد رکھتا ہے اس کا دل ایمان بالرسول سے خالی ہوجاتا ہے، یاد رہے کہ کوئی آدمی چاہے یہ کام ہنسی مذاق میں کرے یا قصد وارادہ سے! (اس شخص کو اصطلاح میں شاتم رسول اللہ ﷺ کہا جاتا ہے) ایسا کرنے والا بالاتفاق کافر ہوجاتا ہے اور قابل گردن زنی ہے اور اگر وہ مسلمان نہیں ہے تو بھی اس کو یہی سزا دی جائے گی اور ایسا کرنا حقوق رسول اللہ ﷺ میں سے ہے، اب آیئے تھوڑا سا اس جرم کا پس منظر دیکھ لیتے ہیں۔ اس فعل شنیع کی ابتدا تو انسانیت کی تخلیق کے ساتھ ہی انسانیت وامن وسکون کے دشمن شیطان مردود نے کردی تھی کہ وہ آدم علیہ السلام کو اپنے آپ سے کمتر سمجھ بیٹھا اور تکبر ونخوت کے ساتھ یہ نعرہ لگایا۔

﴿قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ﴾

(الاعراف : ۱۲)

''کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں (میں اس کو کیوں سجدہ کروں) آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو آپ نے خاک ومٹی سے پیدا کیا ہے۔''

اور اسی بات کو ربّ تعالیٰ نے سورہ ص آیہ ۷٦ میں بھی ذکر فرمایا ہے اس کے بعد قوم نوح وابراہیم اور موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام سے ہوتا ہوا یہ فعل بد مشرکین مکہ اور یہود تک آن پہنچا اور ایران کے خسرور پرویز دوم کے حصے میں بھی یہ بدبختی آئی کہ اس نے آپ ﷺ کے نامہ مبارک کو پھاڑ

کر غضب الٰہی کو دعوت دی۔

پھر وقت اپنی سی رفتار کے ساتھ چلتا رہا اور چلتے چلتے جب ۲۳۴ھ ۸۵۰ء میں کچھ ہمت کے ہارے ہوئے احساس کمتری میں مبتلا اور جھوٹی شہرت کو محبوب رکھنے والے تنگ نظر و کم ظرف شخص پادری یولوجیس نے اس کو امیر عبدالرحمٰن الاوسط کے دور حکومت میں تحریک کی شکل دے ڈالی۔

ایک عیسائی مصنف پروفیسر رابن ہارٹ ڈوزی اس کے ذاتی کردار کے بارے میں لکھتا ہے۔ یہ (بدبخت) جب بھی کوئی مہوش اور پری جمال چہرہ دیکھتا، اس کی زلف پر پیچ کا اسیر ہو کر رہ جاتا۔

راہبات کی خانقاہوں کا جا کر معائنہ کرنے میں اس کو خاص لطف حاصل ہوتا تھا۔ یہ دل کے ہاتھوں اتنا مجبور تھا کہ اپنی ایک محبوبہ فلورا (جو کہ گستاخ رسول ﷺ میں کوڑے کھا چکی تھی) کو خط لکھتے ہوئے یوں رقم طراز ہے:

''ایک زمانہ تھا کہ تم اپنی مجروح گردن، جس پر تازیانے کے نشان تھے، مجھے دکھانے کی عزت بخشی تھی۔ افسوس! اس وقت وہ خوبصورت لمبے لمبے بال، جن میں حسین گردن چھپی رہتی تھی موجود نہ تھے...... نرمی سے میں نے اپنا ہاتھ تمہارے زخموں پر رکھا۔ اے کاش مجھ کو یہ مسرت نصیب ہوتی کہ ایک بوسے سے ان زخموں کو اچھا کر دیتا۔ مگر ہمت نہ پڑی جس وقت تم سے رخصت ہوا تو زمین پر میرے قدم اس طرح پڑتے تھے جیسے کوئی خواب میں چلتا ہوا اور میری آہوں کا یہ حال تھا کہ بند ہونا نہ جانتی تھیں۔'' (کیمبرج میڈیول ہسٹری ج ۳، ص ۴۱۶۔۴۱۷ ول ڈیوراں عہد مذہب ص ۳۰۰ و ۳۰۱ و رابن ہارٹ ڈوزی ہسپانوی اسلام ص ۲۶۸)

اور جن لوگوں نے اس تحریک میں حصہ لیا ان کے بارے میں لین پول لکھتا ہے:

''ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ مسیحی شہداء راہ راست سے بھٹکے ہوئے تھے۔ بے شک

انہوں نے اپنی عزیز جانیں مفت میں ضائع کیں اور انہوں نے جو کچھ کہا، فی الجملہ برا کہا۔''

یہ انہوں نے برا اسمائیہ کہا کہ وہ جانتے تھے کہ جہاں جہاں بھی مسلمانوں کی حکومت رہی ہے، وہاں شاتم انبیاء کو سزائے موت بطور حد دینے کا قانون ملک کے قانون عام (Common Law) کے طور پر نافذ رہا ہے، چنانچہ حجاز، شام، عراق، مصر، سوڈان، مراکش، اسپین، ترکی، سمرقند، بخارا، ایران، افغانستان اور ہندوستان میں بھی جب تک اسلامی قانون نافذ رہا، شاتم رسول کو سزائے موت بطور مدد دی جاتی رہی اور کسی مسلک و مذہب یا مکتبہ فکر کے گروہ یا جماعت نے اس سے اختلاف تک نہیں کیا اور اسی پر یہ مذہب جمہور چلا آ رہا ہے۔ اسی دیگر پیروانِ مذاہب و ادیان نے بھی اس کی مخالفت نہ کی کیونکہ قرآن اور اسلام کی تعلیمات تو یہ ہیں کہ تمام انبیاء اور پیغمبران مذہب میں کوئی فرق و امتیاز نہیں، البتہ فضیلت اور اتمام نعمت کا معاملہ اور ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ﴾

(البقرہ: ۲۸۵)

''رسول ایمان لایا اس چیز پر جو اس کی طرف نازل کی گئی ہے اور مؤمن بھی ایمان لائے، یہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں اور رسولوں پر ایمان لائے، اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم تفریق نہیں کرتے انہوں نے کہہ دیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب! اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ وَ اٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَ اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ﴾ (البقرہ: ۲۵۳)

''یہ رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے بات چیت کی ہے اور بعض کے درجے بلند کیے ہیں اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو معجزات عطاء فرمائے اور روح القدس سے ان کی تائید کی۔''

اس سے تھوڑا اور آگے دیکھیں تو ہمیں یہ بات بھی ملے گی کہ اسلام تو اس بارے میں اتنا حساس ہے کہ جن کو تم معبود نہیں مانتے اور وہ تمہارے نزدیک معزز و محترم نہیں ہیں۔

لیکن انسانی معاشرے کے کچھ افراد ان کو معزز و محترم یا معبود جانتے ہیں تو ان کے بارے میں بھی زبان پر تحقیر و تذلیل کے الفاظ نہ لاؤ تاکہ معاشرے میں تناؤ پیدا نہ ہو۔ ملاحظہ فرمائیں:

﴿وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ (الانعام: ۱۰۸)

''اے مسلمانو! یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انہیں گالی نہ دو ورنہ یہ لوگ جہالت کی وجہ سے چڑ کر اللہ کو گالی دیں گے۔''

اور نبی کریم ﷺ نے ایک عام قاعدہ و قانون معزز فرما دیا ہے۔

((انزلوا الناس منازلهم.))[1]

[1] ابو داؤد ٤٨٤٢.

''ہر انسان سے اس کی عزت کے لائق برتاؤ کرو۔''

اور اسلام گالی کو نفاق کی علامت بتلاتا ہے یعنی اسلام میں یہ ایک گھٹیا حرکت تصور کی جاتی ہے۔ لہٰذا اگر اب بھی کوئی شخص اس طرح کا کوئی کام کرتا ہے تو وہ اس لائق نہیں کہ انبیاء جیسی پاکباز ہستیوں کو گالی دینے کے باوجود اس زمین پر چلے پھرے۔

یہ قانون کوئی انوکھا نہیں بلکہ بعثت نبوی ﷺ سے قبل موسوی قانون کے تحت قبل مسیح (علیہ السلام) کے انبیاء کی اہانت اور تورات کی بے حرمتی کی سزا سنگسار مقرر تھی آپ رومن امپائر کے شہنشاہ جسٹینسن کے دورِ حکومت کو دیکھیں جب وہ یہودی تھے تو یہ سزا قائم رہی لیکن جب اس نے دین مسیح قبول کرلیا تو قانون موسوی کو منسوخ کر کے انبیاء بنی اسرائیل کی بجائے صرف یسوع مسیح علیہ السلام کی توہین اور انجیل کی تعلیمات سے انحراف کی سزا سزائے موت مقرر کی گئی۔ اس دور سے قانون توہین مسیح علیہ السلام سارے یورپ کی سلطنتوں کا قانون بن گیا۔ روس اور سکاٹ لینڈ میں اٹھارویں صدی تک اس جرم کی سزا سزائے موت ہی دی جاتی رہی ہے۔

(انسائیکلو پیڈیا آف بریٹانیکا ج ۱۱، ص ۷۰۴، بحوالہ ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت ص ۲۹۳)

جب روس میں بالشویک انقلاب کے بعد کمیونسٹ حکومت برسر اقتدار آئی تو سب سے پہلے اس نے دین و مذہب کو سیاست و ریاست سے نکال باہر کیا لیکن سزائے موت برقرار رہی لیکن اہانت مسیح کی وجہ سے نہیں بلکہ اشتراکی امیر بلزم کے سربراہ کی توہین کی وجہ سے جس کی سائبریا کے بیگار کیمپ اب بھی گواہی دیتے ہیں۔ رابنسن کے قریبی ساتھی ٹراٹسکی کی خونچکاں موت رونگٹے کھڑے کر دینے کے لیے کافی ہے۔

گستاخ رسول ﷺ کے قتل کے واقعات:

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((قال رسول الله ﷺ من سب بنيا قتل ومن سب اصحابه جلد .))[1]

[1] رواه الطبراني في المعجم الصغير ص ٢٣٦.

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی نبی کو گالی دی اسے قتل کیا جائے اور جس نے نبی کے صحابی کو گالی دی اسے کوڑے مارے جائیں۔''

کیونکہ اہانت انبیاء ارتداد ہے اور مرتد کی سزا تمام کتب آسمانی میں قتل ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ومن بدل دينا فاقتلوه﴾

''جو اپنا دین تبدیل کرے اسے قتل کردو۔''

بائبل جو کہ یہودی اور مسیحی دونوں برادریوں میں یکساں آسمانی قانون کی حیثیت رکھتی ہے۔تورات باب استثناء باب ۱۳ آیۃ ۶۔۱۰ میں یہ واضح حکم ہے کہ ماں، باپ، بیٹا، بیٹی یا بیوی اور دوست جو بھی دین سے بغاوت پر آمادہ کرے اسے قتل یا سنگسار کردیا جائے۔

انگلستان میں ایک پادری جو یہودی عورت سے شادی کرکے دین مسیحی سے منحرف ہوگیا تھا اسے آکسفورڈ میں ۱۷ اپریل ۱۲۳۲ء میں زندہ جلادیا گیا تھا۔(ملاحظہ ہو انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس جلد ۶، بحوالہ ناموس رسول ص ۱۷۲)

اب ہم چند ایک ان بدبخت لوگوں کا تذکرہ کریں گے کہ جن کو گستاخِ رسول ﷺ کی پاداش میں موت کی آغوش میں دے کر ابدی جہنم میں سلادیا گیا۔

ان جانثاروں کے نام جنہوں نے قربتوں، رفاقتوں، محبتوں، حالات کی صعوبتوں تنگیوں و نزاکتوں کو بالائے طاق رکھ کر محبت رسول ﷺ کا ثبوت فراہم کیا اور دنیا کی رنگینیوں کی چاشنیوں اور الفت کو ٹھوکر مار کر محبت رسول ﷺ کو اپنایا اور جبر قہر کے سنگین سائے میں بھی آوازہ حق کو دبنے نہ دیا۔ کیونکہ محبّ صادق کے دل میں ہمیشہ اس بات کی تڑپ رہتی ہے کہ وہ اپنی جان و مال اور اپنا سب کچھ اپنے محبوب پر قربان کردے۔

نبی مکرم ﷺ کی محبت کے دعوے میں سچے حضرات صحابہ کی قربانی و جانثاری، محبت و تعلق اور ایمان و اخلاص کے چند قابل قدر واقعات ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

(1) بیوی بچوں پر محبت رسول کو ترجیح دینا اور گستاخ رسول بیوی کا قتل:

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ:

((أَنَّ أَعْمَى كَانَتْ لَهُ أُمُّ وَلَدٍ تَشْتُمُ النَّبِيَّ ﷺ وَتَقَعُ فِيهِ فَيَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي وَيَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ قَالَ فَلَمَّا كَانَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ جَعَلَتْ تَقَعُ فِي النَّبِيِّ ﷺ وَتَشْتُمُهُ فَأَخَذَ الْمِغْوَلَ فَوَضَعَهُ فِي بَطْنِهَا وَاتَّكَأَ عَلَيْهَا فَقَتَلَهَا فَوَقَعَ بَيْنَ رِجْلَيْهَا طِفْلٌ فَلَطَّخَتْ مَا هُنَاكَ بِالدَّمِ فَلَمَّا أَصْبَحَ ذُكِرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَجَمَعَ النَّاسَ فَقَالَ أَنْشُدُ اللّٰهَ رَجُلًا فَعَلَ مَا فَعَلَ لِي عَلَيْهِ حَقٌّ إِلَّا قَامَ فَقَامَ الْأَعْمَى يَتَخَطَّى النَّاسَ وَهُوَ يَتَزَلْزَلُ حَتَّى قَعَدَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنَا صَاحِبُهَا كَانَتْ تَشْتُمُكَ وَتَقَعُ فِيكَ فَأَنْهَاهَا فَلَا تَنْتَهِي وَأَزْجُرُهَا فَلَا تَنْزَجِرُ وَلِي مِنْهَا ابْنَانِ مِثْلُ اللُّؤْلُؤَتَيْنِ وَكَانَتْ بِي رَفِيقَةً فَلَمَّا كَانَ الْبَارِحَةَ جَعَلَتْ تَشْتُمُكَ وَتَقَعُ فِيكَ فَأَخَذْتُ الْمِغْوَلَ فَوَضَعْتُهُ فِي بَطْنِهَا وَاتَّكَأْتُ عَلَيْهَا حَتَّى قَتَلْتُهَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَلَا اشْهَدُوا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ.))[1]

[1] ابوداؤد، كتاب الحدود باب الحكم فيمن سب رسول الله ﷺ رقم الحديث ٤٣٦١ صحيح، والنسائى كتاب تحريم الدم، باب الحكم فيمن سب النبى ﷺ رقم ٤٠٧٠.

''ایک نابینا صحابی کی اُمّ ولد لونڈی تھی جو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں گستاخانہ کلمات کہتی (گالیاں دیتی) تھی وہ صحابی اسے منع کرتے لیکن وہ باز نہ آتی اور اگر ڈانٹتے تو ڈانٹ کی بھی پروانہ کرتی۔ ایک رات اس عورت نے رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دینا شروع کیں اس صحابی نے ایک چھرا لے کر اس کے

پیٹ میں پیوست کر دیا اور اس پر اپنا پورا دباؤ دے دیا جس سے وہ مرگئی اسی اثنا میں اس کا ایک بچہ عورت کے پاؤں کے درمیان گرا اور خون میں لتھڑ گیا۔ جب صبح ہوئی تو اس بات کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ سے کیا گیا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کو جمع فرمایا اور ارشاد فرمایا میں اس آدمی کو قسم دیتا ہوں جس نے کیا۔ جو کچھ بھی کیا ہے۔ میرا اس پر حق ہے کہ وہ کھڑا ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ کی بات سن کر ایک نابینا آدمی کھڑے ہوئے اور اضطرابی کیفیت میں لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آئے اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے اور عرض کی اے اللہ کے نبی ﷺ! اس عورت کا قاتل میں ہوں۔ وہ آپ ﷺ کو برا بھلا کہتی تھی۔ میری زجر و توبیخ و ڈانٹ کی پرواہ نہ کرتی تھی اور نہ ہی منع کرنے پر باز آتی تھی۔ اس کے بطن سے میرے تو ہیرے موتیوں کی مانند دو بیٹے ہیں اور وہ مجھ سے محبت کرنے والی اور میری رفیقہ حیات بھی تھی، لیکن کل رات جب اس نے آپ ﷺ کو برا بھلا کہا اور آپ ﷺ کی ہجو (گالیاں دیں) کی تو میں نے اس کے پیٹ میں چھرا گھونپ کر اس کو مار دیا ہے (جب نبی اکرم ﷺ کے سامنے ان کی کوئی تردید پیش نہ ہوئی تو) آپ ﷺ نے فرمایا: دیکھو گواہ رہو "ام دمها هدر." اس کا خون رائیگاں گیا (یعنی اس کے خون کے بدلے قصاص یا دیت کا مطالبہ باقی نہیں رہا کیونکہ وہ واجب القتل ہو چکی تھی۔"

نیز بخاری کتاب المغازی باب قتل ابی رافع عبد اللہ بن محقق میں ایک جانثاروں کے چھوٹے سے گروپ نے اس مالدار یہودی کو کس طرح حفاظتی حصار سے اٹھا کر واصل جہنم کیا اور بخاری کتاب فرض الخمس باب من لم یخمس الاسلاب میں ابوجہل کا عبرت ناک انجام ملاحظہ کیا جا سکتا ہے اور اس کے علاوہ الصارم المسلول لابن تیمیہ الشفاء قاضی عیاض کی ایک مصنف عبد الرزاق حدیث نمبر ۹۷۵۴ تا ۹۷۰۸ تک کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے کہ کس طرح گستاخان

رسالت کو ان کے منطقی انجام تک پہنچایا گیا۔

اگر دور صحابہ کے بعد آج تک کے جانثاران ناموس رسالت کا تذکرہ کیا جائے تو بات بہت طویل ہو جائے گی۔

نوٹ:...... گستاخ رسول اور مرتد کو قتل کرنا حکومت وقت کی ذمہ داری ہے تاکہ فتنہ کا سدباب ہو سکے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے واضح ہوتا ہے:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ٥ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ﴾ (التوبه: ٦٥-٦٦)

''اگر آپ ان سے پوچھیں تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی آپس میں ہنس بول رہے تھے کہہ دیجیے کہ اللہ، اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لیے رہ گئے ہیں۔ تم بہانے نہ بناؤ یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہو گئے۔''

ان آیات کے شان نزول کے بارے میں امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں۔

وَقَدْ رُوِىَ عَنْ رِجَالٍ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْهُمْ ابْنُ عُمَرَ و مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ وَزَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ وَقَتَادَةُ. دَخَلَ حَدِيْثُ بَعْضِهِمْ فِى بَعْضٍ. أَنَّهُ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ فِىْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ مَارَأَيْتُ مِثْلَ قُرَّائِنَا هٰؤُلَاءِ أَرْغَبَ بُطُوْنًا، وَلَااَكْذَبَ أَلْسُنًا. وَلَا أَجْبَنَ عِنْدَ اللِّقَاءِ، يَعْنِى رَسُوْلَ رَسُوْلِ ﷺ وَأَصْحَابَهُ الْقُرَّاءَ فَقَالَ لَهُ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ رَجُلٌ مُنَافِقٍ لَأُخْبِرَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَذَهَبَ عَوْفٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰه ﷺ لِيُخْبِرَهُ، فَوَجَدَالْقُرْآنَ قَدْسَبَقَهُ، فَجَاءَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

وَقَدْ اِرْتَحَلَ وَرَكِبَ نَاقَتَهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّمَا كُنَّا نَلْعَبُ وَنَتَحَدَّثُ حَدِيْثَ الرَّكِبَ نَقْطَعُ بِهِ عَنَّاالطَّرِيْقَ۔ قَالَ ابْنُ عُمَرَ: كَاَنِّى اَنْظُرُ إِلَيْهِ مُتَعَلِّقًا بِحَقَبِ نَاقِةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاِنَّ الْحِجَارَةَ لَتَنْكُبُ رِجْلَيْهِ وَهُوَيَقُوْلُ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ فَيَقُوْلَ لَهُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((أَبِا للّٰهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُوْلِهِ كُنْتُم تَسْتَهْزِءُ وْن)) مَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهِ وَلَايَزِيْدُهُ عَلَيْهِ .))[1]

''بہت سارے اہل علم سے مروی ہے جن میں سے ابن عمر، محمد بن کعب، زید بن اسلم، اور قتادہ ہیں (ان کے الفاظ ملتے جلتے ہیں) منافقوں میں سے ایک آدمی نے غزوہ تبوک کے موقع پر کہا میں نے ان قاریوں سے بڑھ کر کھانے کی طرف رغبت کرنے والا دیکھا اور نہ ان سے زیادہ جھوٹی زبانوں والا۔ اور ملاقات کے وقت ان سے زیادہ بخیل یعنی رسول اللہ ﷺ کے قاصد اور آپ کے قراء صحابہ جیسا، تو حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ تو جھوٹا ہے بلکہ تو منافق ہے میں ضرور اس کی خبر نبی ﷺ کو دوں گا، حضرت عوف رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس خبر دینے گئے لیکن قرآن مجید ان کے جانے سے پہلے ہی نازل ہو چکا تھا، پس وہ آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور وہ اونٹنی پر سوار تھا۔ اس نے کہا کہ اے اللہ کے

[1] تفسیر ابن کثیر (٢/٣٦٧)

رسول ہم تو سفر طے کرنے کے لیے کھیل رہے تھے اور باتیں کر رہے تھے۔ پس ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی مہار کو پکڑے ہوئے تھا اور پتھروں سے ٹھوکریں کھاتا ہوا جا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ ہم تو صرف ہنسی مذاق کر رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ اس سے کہہ رہے تھے کہ: کیا تم اللہ، اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کرتے

تھے نہ آپ اس کی طرف دیکھتے تھے، اور نہ ہی اس سے زیادہ کوئی بات کہتے تھے۔

ان لوگوں نے نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام میں سے اہل علم کے متعلق نازیبا الفاظ کہے اگرچہ اپنی طرف سے یہ وضاحت بھی کرتے رہے کہ ہم تو صرف وقت گذاری کے لیے باتیں کررہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو ﴿ قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ﴾ جیسے سخت الفاظ سے خطاب کیا ہے۔

اسی طرح جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر طعن کرتے ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ (الاحزاب:۵۷)

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی پھٹکار ہے اور ان کے لیے تیار رسوا کن عذاب ہے۔''

دوسری جگہ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ وَ هُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ (الانبیاء: ۳٦)

''اور جب کافر آپ کو دیکھتے ہیں تو پس مذاق ہی اڑاتے ہیں (کہتے ہیں) کیا یہ وہی شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا ذکر کیا کرتا ہے جبکہ وہ خود رحمٰن کے ذکر کے منکر ہیں۔''

لہٰذا آپ ﷺ کی ذات بارے طعن وتشنیع کرنا۔عیب جوئی اور نقص کا اعتقاد رکھنا نواقضِ ایمان بالرسول ﷺ سے ہے۔

سابقہ انبیاء کی ذات وشریعت میں طعن:

طعن فی الرسول کے بارے میں قرآن میں پانچ قسم کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں

"سَخَرْ"، طعن استہزاء وھزوا اور لعب ان سب کا انجام شریعت میں ایمان سے کالی ہوجانا آخرت میں عذاب کا مستحق ہونا اور دنیا میں اگر توبہ نہ کی تو ارتداد کی سزا کے بموجب سزائے موت کا مستحق ہونا ہے اور یہ مرض صرف اس امت میں نہیں ہے بلکہ یہ مرض اس سے پہلی امتوں میں بھی موجود تھا اور وہ اس کے سبب اپنے انجام کو پہنچ گئیں۔

اس بحث کو ہم چند عنوانات کے تحت بیان کریں گے۔

سابقہ انبیاء کا مذاق اڑایا جانا:

جس طرح قوم نوح علیہ السلام کے بارے میں قرآن بیان کرتا ہے کہ جب نوح علیہ السلام حکم الٰہی کو بجالاتے ہوئے کشتی بنا رہے تھے تو قوم کے افراد کا رویہ کچھ اس طرح کا تھا۔

﴿وَ يَصْنَعُ الْفُلْكَ وَ كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ o فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَ يَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ o﴾

(ھود: ۳۸تا۳۹)

''نوح (علیہ السلام) نے کشتی بنانا شروع کی تو جب بھی اس کی قوم کے سردار وہاں سے گزرتے تو اس کا مذاق اڑاتے (تمسخر وٹھٹھا کرتے) نوح (علیہ السلام) نے کہا اگر (آج) تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو تو ہم بھی (ایک دن تمہارا ایسے ہی مذاق اڑائیں گے تمہیں جلد ہی معلوم ہوجائے گا کہ کون ہے جس پر ایسا عذاب آتا ہے جو اس کو رسوا کردے اور کس پر دائمی عذاب نازل ہوتا ہے۔''

ان آیات سے یہ بات بالکل واضح و روز روشن کی طرح سامنے آرہی ہے کہ اس قوم پر عذاب (۱)...... نوح علیہ السلام کا مذاق اڑانے کی وجہ سے آیا۔ (۲)...... یہ عذاب دنیا کی رسوائی اور آخرت کی بربادی کی صورت میں ظاہر ہوا۔

قوم نوح کا انجام اور سبب عذاب:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ فِى الْفُلْكِ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ﴾ (الاعراف : ٦٤)

''پھر بھی ان لوگوں نے ان کی تکذیب کی تو ہم نے ان کو اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں تھے بچالیا اور ہم نے ان لوگوں کو جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے غرق کر دیا بے شک وہ ایک اندھی قوم تھی۔''

سورہ اعراف ہی کی دوسری آیت میں یوں وارد ہوا ہے:

﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ مَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ (الاعراف : ٧٢)

''پھر ہم نے ان کو اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے اپنی رحمت سے بچالیا اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور مؤمن نہ تھے ہم نے ان کی جڑ کاٹ ڈالی۔''

اسی طرح اہل سدوم نے لوط علیہ السلام اور دیگر مومنوں کا مذاق اڑایا جس کو قرآن نے ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا۔

﴿وَ مَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ﴾ (الاعراف : ٨٢)

''اور ان کی قوم کے پاس اس کا کچھ جواب نہ تھا سوائے اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ ان کو اپنے شہر سے نکال دو یہ لوگ بہت ہی پاکباز بنتے ہیں۔''

قوم لوط کا انجام:

اس طعن و تشنیع کی مرتکب قوم کا انجام رب تعالیٰ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے:

﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ o فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ o اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَo وَ اِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍo﴾ (الحجر: ۷۳تا۷٦)

''............''

تمام انسانوں کے لیے تنبیہ:

قرآن پاک میں ربّ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں فیصلہ فرمادیا ہے کہ:

﴿وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ (الانبياء: ٤١)

''(اے نبی!) یقیناً آپ سے پہلے رسولوں کا بھی مذاق اڑایا جاچکا ہے۔مگر ان (انبیاء) کا مذاق اڑانے والے اسی چیز میں خود گھر گئے جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔''

یعنی وہ لوگ عذاب الٰہی کا شکار ہوکر دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا ہوگئے اور جو بھی انسان قرآن پڑھتا ہے تو ضرور وہ قوم عاد وثمود، سبا وشعیب علیہ السلام وغیرہم کے اسباب عذاب اور انجام کا علم رکھتا ہے۔

بقیہ آپ ﷺ کی ذات میں طعن:

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًاo﴾ (الفرقان: ٤١)

''اور جب یہ لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ سے مذاق کے سوانہیں کچھ سوجھتا ہی نہیں (کہتے ہیں) کیا یہی وہ شخص ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا۔''

ان بدخصلت لوگوں کے بارے میں رب تعالیٰ خود خبر دیتا ہے:

﴿اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ (الفرقان : ٤٤)

''کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں اکثر سنتے اور سمجھتے ہیں؟ یہ تو مویشیوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔''

کیونکہ جانور کو بھی شعور و احساس نہیں ہوتا کہ ہانکنے والا انہیں چرانے کے لیے لے جا رہا ہے یا پھر ذبح کرنے کے لیے یعنی وہ قصائی اور اپنے محسن چرواہے کے درمیان فرق نہیں کر سکتے اور یہ لوگ بھی اپنے محسن اعظم ﷺ کی قدر و غیرت و احترام و تعظیم و محبت کی بجائے ان کے استہزا و تمسخر پر اتر آئے ہیں تو اگر ان کو تمسخر کا چاہ چڑھ ہی گیا ہے پھر یہ بھی سن لیں اب ان کا مقابلہ ربّ تعالیٰ سے ہے۔

فرمان ربّ العالمین ہے:

﴿اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ﴾ (الحجر : ٩٥)

''ان ٹھٹھا و مذاق کرنے والوں کو ہم کافی ہیں۔''

یعنی ربّ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے محبوب ہم خود ان سے نمٹ لیں گے جس کی مثال آپ قرآن مجید میں سورۃ اللہب وسورۃ الکوثر کو ملاحظہ کر سکتے اور جب ایمان کا اعلان کرنے والے منافقین نے اپنی بد باطنی کا مظاہرہ کیا تو ربّ تعالیٰ نے دنیا کے سامنے ان کا ایمانی گراف بتا دیا۔ (ملاحظہ کیجیے سورہ منافقون کا پہلا رکوع)

۴ آپ ﷺ کی شریعت میں طعن کرنا:

جو دین رسول ﷺ لائے ہیں اس میں طعن کرنا بھی نواقضِ ایمان بالرسول ﷺ سے ہے جیسے کہ ارکان اسلامی سے کسی ایک پر طعن کرنا اور اس کی توہین کرنا۔ ہمارے معاشرہ میں

عموماً دیکھنے میں آتا ہے کہ جو آدمی سنت کے مطابق نماز پڑھتا ہے اس پر مختلف انداز میں پھبتیاں چسپاں کی جاتی ہیں۔ اگر کسی بندۂ خدا نے نماز میں رفع الیدین کی تو کہا گیا کہ یہ مکھیاں اڑا رہا ہے یا اڑنے لگا ہے۔ اسی طرح کسی نے شلوار ٹخنوں سے اوپر کی تو کہا گیا کہ کیا ندی یا نالہ عبور کرنے کا ارادہ ہے، کوئی روزہ رکھتا ہے تو بعض جدت پسند اسے فقر و فاقے سے بچاؤ کا ایک ذریعہ کہہ دیتے ہیں وَقِسْ عَلٰی ھٰذَا!

یہ سب شریعت اسلامیہ میں طعن و تشنیع کرنے کے مترادف ہے اسی طرح یہ اعتقاد رکھنا کہ آپ ﷺ کے راستہ سے اعلیٰ وافضل راستہ بھی کوئی ہے حقیقت میں شریعت اسلامیہ کو ناقص سمجھنا ہے اور ایمان بالرسول کے منافی ہے۔ اب ہم اس کے کچھ دلائل ذکر کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

اس بارے میں قرآن واحادیث میں متعدد آیات واحادیث وارد ہوئی ہیں جن میں سے چند ایک یہاں نقل کرتے ہیں:

آپ کی شریعت کا مذاق اڑانا:

﴿وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (الانعام: ٦٨)

''اور جب ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں نکتہ چینیاں کرتے ہیں تو ان کے پاس بیٹھنے سے اعراض کیجیے یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں لگ جائیں اور اگر شیطان آپ کو بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو۔''

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَ قَدۡ نَزَّلَ عَلَیۡکُمۡ فِی الۡکِتٰبِ اَنۡ اِذَا سَمِعۡتُمۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ یُکۡفَرُ بِہَا وَ یُسۡتَہۡزَاُ بِہَا فَلَا تَقۡعُدُوۡا مَعَہُمۡ حَتّٰی یَخُوۡضُوۡا فِیۡ حَدِیۡثٍ غَیۡرِہٖۤ ۫ۖ اِنَّکُمۡ اِذًا مِّثۡلُہُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ جَامِعُ الۡمُنٰفِقِیۡنَ وَ الۡکٰفِرِیۡنَ فِیۡ جَہَنَّمَ جَمِیۡعَا﴾ (النساء: ١٤٠)

”یقیناً اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں یہ حکم پہلے نازل فرما چکا ہے کہ جب تم سنو کہ آیات الٰہی کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اُڑایا جا رہا ہے تو وہاں ان کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ یہ لوگ کسی دوسری بات میں نہ لگ جائیں ورنہ تم بھی اس وقت انہی جیسے ہو جاؤ گے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔“

حاصل کلام:

ان دونوں آیات کا حاصل کلام ولب لباب یہ ہوا کہ اللہ کی آیات یعنی شریعت محمدی مذاق اڑانے والے مشرکین مکہ اور یہود مدینہ اور منافقین تھے اور جو ان کے مونہوں سے شریعت کا مذاق سن کر بھی ٹھنڈے دل کے ساتھ بیٹھے رہیں ان کی حمیت نہ جاگے تو وہ بھی انہیں میں سے ہے یعنی اس کا ایمان بھی ختم۔

اگر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت و احادیث کا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں یہ بات روز روشن اور آفتاب نصف النہار کی طرح اپنے تمام پردوں کو ہٹا کر اپنا کھلا چہرہ دکھاتی ہے کہ شریعت محمدیہ ﷺ میں طعن کرنا مذاق اڑانا کیڑا نکالنا خامیاں تلاش کرنا یہ یہود و منافقین کا شیوہ ہے بطور مثال ایک واقعہ ہمارے سامنے ہے کہ:

((عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ لَهُ بَعْضُ الْمُشْرِكِينَ وَهُمْ يَسْتَهْزِئُونَ بِهِ إِنِّي أَرَى صَاحِبَكُمْ يُعَلِّمُكُمْ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَائَةِ قَالَ أَجَلْ

أَمَرَنَا أَنْ لا نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ وَلا نَسْتَنْجِىَ بِأَيْمَانِنَا وَلا نَكْتَفِىَ بِدُونِ ثَلاثَةِ أَحْجَارٍ لَيْسَ فِيْهَا رَجِيعٌ وَلا عَظْمٌ .))[1]

[1] ابن ماجه، كتاب الطهاره، باب الاستنجاء بالحجارة والنهى عن الروث والرمة، ح: ٣١٦ وللفظ له واخرجه مسلم ايضاح ٢٦٢.

''حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعض مشرکین ان کا مذاق اڑانے لگے ایک مشرک نے کہا: میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا ساتھی (محمد ﷺ) تمہیں سب کچھ سکھاتا ہے حتیٰ کہ پاخانہ کرنا بھی (سکھاتا ہے) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں آپ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم (قضائے حاجت کے لیے) قبلہ کی طرف منہ نہ کریں اور دائیں ہاتھ سے استنجا نہ کریں اور تین پتھروں سے کم استعمال نہ کریں، ان میں لید یا ہڈی شامل نہ ہو۔''

اس سے معلوم ہوا کہ شریعت محمدی ﷺ کا مذاق اڑانا کافروں کا پرانا شیوہ ہے اور اگر مسلمان ایسا فعل شنیع انجام دے گا تو وہ بھی انہیں میں سے ہوگا۔

آپ ﷺ کی بات سے منہ موڑنا:

اگر کوئی شخص آپ ﷺ پر اتاری گئی باتوں (آیات واحادیث) میں سے کسی ایک کا بھی انکار کردے تو اس کا ایمان بالرسول ختم ہوجائے گا یعنی وہ شخص ایمان سے تہی دامن ہوجائے گا۔

ربّ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے:

﴿كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ وَ قَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ۝ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ۝﴾

(طٰہٰ: ۹۹تا۱۰۰)

''(اے نبی!) اسی طرح ہم گزرے ہوئے لوگوں کی خبریں آپ سے بیان کرتے

ہیں۔ نیز ہم نے اپنے ہاں سے آپ کو ذکر عطا کیا ہے جو شخص اس (ذکر) سے اعراض کرے گا وہ قیامت کے دن گناہ کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوگا۔''

اسی بوجھ کی وضاحت ایک دوسرے مقام پر یوں وارد ہوئی ہے:

﴿فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ﴾ (حم السجدہ: ۱۳)

''پھر اگر وہ اعراض کریں تو آپ ان سے کہہ دیجیے کہ میں تمہیں ایسی کڑک (کے عذاب) سے ڈراتا ہوں جیسی قوم اور ثمود پر گری تھی۔''

ربّ تعالیٰ نے اس کی مزید وضاحت یوں فرمائی ہے:

﴿وَمَن يُعْرِضْ عَن ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا﴾ (الجن: ۱۷)

''اور جو شخص اپنے پروردگار کے ذکر سے منہ موڑے گا تو وہ اسے سخت عذاب میں مبتلا کر دے گا۔''

اعراض کی توضیح از ابن القیم الجوزی رحمہ اللہ:

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کفر اعراض یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے قلب وعمل سے اقوال رسول ﷺ سے منہ پھیر لے نہ آپ ﷺ کی تصدیق کرے نہ تکذیب نہ آپ ﷺ سے دوستی رکھے نہ دشمنی اور جو کچھ آپ ﷺ لائے ہیں اس کی طرف مائل نہ ہو۔[1]

[1] مدارج السالکین ج۱، ص ۳۳۷.

آپ ﷺ کی بات میں شک کرنا:

یعنی تصدیق وتکذیب کے درمیان تردد بندے کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک شک کا خاتمہ اور کامل تصدیق نہ ہوجائے۔

فرمان الٰہی ہے کہ:

﴿وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنۡ اٰتٰنَا مِنۡ فَضۡلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ۝﴾ (التوبة: ۷۵)

''آپ سے رخصت صرف وہی لوگ مانگتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ اپنے اس شخص میں ہی سرگرداں ہیں۔''

نبی ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ:

((عن ابی هريرة رضي الله عنه .... لا اشهد ان لا اله الا الله وانی رسول الله لا يلقى الله بهما عبدو غير شاك فيهما الا دخل الجنة))[1]

[1] مسلم کتاب الایمان باب الدليل على ان من مات على التوحيد دخل الجنة ح ٤٤.

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، جو بندہ بھی ان دونوں (گواہیوں) کے ساتھ اللہ سے ملے گا (ملنے کے وقت اس کی کیفیت یہ ہو کہ) ان میں شک نہ کرتا ہوں تو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔''

یعنی کسی نبی کی نبوت یا ارکان اسلام ایمان میں شک کرنے والا ایمان سے خارج ہو جائے گا۔

آپ ﷺ کی بات کا انکار کرنا:

نبی جانتے بوجھتے انکار۔ یہ دل کی تصدیق کے ساتھ زبان کی تکذیب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو محمد ﷺ کی کسی بات کا علم ہو جائے اور یہ یقین ہو جائے کہ یہ محمد ﷺ کی بات ہے پھر بھی وہ اس کا انکار کرے تو وہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ﴾ (الانعام: ۳۳)

''اے محمد (ﷺ) ہم جانتے ہیں کہ ان لوگوں کی باتیں آپ کو غمزدہ کر دیتی ہیں۔ لیکن یہ ظالم آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ اللہ کی آیات کے منکر ہیں۔''

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس آیت کا شان نزول سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ:

((عن على ان ابا جهل قال للنبى ﷺ انا لا نكذبك ولكن نكذب بما جئت به)) [1]

[1] ترمذی ابواب التفسیر رقم الحدیث: ۳۲۵۹ صحیح.

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو جہل نے ایک بار نبی ﷺ سے کہا ہم آپ (ﷺ) کو جھوٹا نہیں کہتے بلکہ جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں ہم اسے جھٹلاتے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔''

تقسیم:

کچھ لوگ اس دنیا، گل و بو میں ایسے بھی ہیں کہ جن کا یہ کہنا ہے کہ جو کچھ نبی علیہ السلام لے کر آئے ہیں ہم ان میں سے ایک کو مانتے ہیں (یعنی کتاب اللہ کو) اور ایک کو نہیں مانتے (یعنی احادیث رسول ﷺ)

ان کے متعلق رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ

وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (النساء: ۱۵۰۔ ۱۵۲)

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان ہے اور بعض پر نہیں اور چاہتے ہیں کہ کوئی درمیانی راہ اختیار کریں یقین مانو یہ سب لوگ اصلی اور کافروں کے لیے ہم نے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے یہ ہیں وہ لوگ جنہیں اللہ ان کے پورے ثواب دے گا اللہ بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے۔''

اور شاید ایسے ہی بدطینت لوگوں کے بارے میں رب تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

﴿....اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾

(البقرة: ۸۵)

''کیا تم کتاب اللہ کے بعض احکام مانتے ہو اور بعض کا انکار دیتے ہو۔''

جبکہ ایک سچے اور محبّ رسول مومن کے لیے نبی ﷺ نے واضح الفاظ میں راستہ متعین فرما دیا ہے کہ:

((عن مقدام بن معديكرب عن رسول الله ﷺ انه قال: الا انى اوتيت الكتاب ومثله معه الا يوشك رجل شبعان على اريكته يقول: عليكم بهذا القرآن فما وجدتم فيه من حلال فاحلوه فاوجد تم فيه من حرام محرموه))[1]

[1] ابوداود: كتاب السنه باب فى لزوم السنة ح: ٤٧٠٤ (صحيح) مسند احمد: ٤/ ١٣٠ ح ١٧٢١٣.

''مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خبردار مجھے قرآن کے ساتھ اس جیسی ایک اور چیز بھی دی گئی ہے، عنقریب ایسے ہوگا کہ ایک پیٹ بھرا (آسودہ حال) آدمی اپنے تخت یا دیوان پر بیٹھا کہے گا کہ اسی قرآن کو اختیار کرلو، جو اس میں حلال ہے اسے حلال جانو اور جو اس میں حرام ہے اسے حرام سمجھو......''

یہ حدیث بتاتی ہے کہ جس طرح قرآن کا منکر کافر اور خارج ایمان ہے اس طرح صحیح حدیث کا منکر بھی۔

آپ ﷺ کے حکم کے آگے تکبر کرنا:

یعنی تکبر کی بناء پر رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات کو نہ ماننا اور اپنے آپ کو اطاعت اللہ ورسول کے لیے نہ جھکانا۔

مشرکین کے متعلق رب تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾

(الصافات: ۳۵)

''جب بھی ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں تو وہ تکبر کرتے ہیں۔''

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ (البقرة: ۲۰۶)

''اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو تو اس کا غرور اسے گناہ پر جما دیتا ہے ایسے شخص کے لیے جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔''

اور پیغمبر رحمت ﷺ نے خود تکبر کی تعریف واضح فرمائی کہ:

((عن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال لا يدخل الجنه من كان فی قلبه مثقال ذرة من كبره .... قال...... الكبر بطر الحق وغمط الناس))[1]

[1] مسلم كتاب الايمان باب تحريم الكبر ح ١٤٧ و ابوداود كتاب الباس باب ماجاء فی الكبر ح ٤٠٩٢.

''آپ ﷺ نے فرمایا جس کے دل میں ذرا سا بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا (لوگوں کے پوچھنے پر نبی ﷺ نے فرمایا) تکبر یہ ہے کہ واضح حق کو جھٹلانا اور لوگوں کو حقیر جاننا۔''

مزید توضیح:

ابن قیم رحمہ اللہ اس کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

کفر استکبار (تکبر) ابلیس کے کفر کی طرح ہے، اس نے محض اللہ کے حکم کا انکار نہیں کیا تھا بلکہ تکبر کی وجہ سے انکار کیا تھا۔ اس طرح اس شخص کا کفر ہے جو پیغمبر کی لائی ہوئی تعلیمات کی صداقت کا یقین رکھنے کے باوجود محض تکبر کی وجہ سے اس کا انکار کرے۔ پیغمبروں کے اکثر دشمن اسی کفر کے مرتکب ہوا کرتے تھے۔ یہود نے بھی یہی کفر کیا اور ابو طالب کا کفر بھی یہی تھا (میں کہتا ہوں ابو جہل کا کفر بھی یہی تھا)[1]

[1] مدارج السالكين ج١ ص ٣٣٧.

آپ ﷺ کی وحی کو جھٹلانا:

آپ ﷺ کو وحی کے متعلق جھٹلانا یہ ہے کہ

۱۔ انسان قرآن کی کسی آیت کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ یہ قرآن کا حصہ نہیں یہ کہ قرآن میں کمی کر دی گئی ہے۔

کیونکہ زیادتی کا اس لیے فاسد ہے کہ قیامت تک کے لیے یہ قرآن چیلنج ہے اور کوئی انسان ایسی چیز نہیں لاسکتا کہ جو دوسرے انسانوں کو ۱۴۰۰ سو سال تک عاجز رکھ سکے اور...... کا عقیدہ اس لیے فاسد ہے کہ اللہ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔

۲۔ یا سرے سے یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ محمد ﷺ کا کلام وکمال یا امور دینی نہیں ہے کسی کا انکار کر دینا جس کے بارے میں معلوم ہے کہ یہ دین کا جزء لا ینفك ہے۔

اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ((عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال: قال النبی ﷺ ما عن الانبياء نبی الا اعطی من الايات ما مثله امن عليه البشر، وانما كان الذی اوتيته وحيا اوحا الله الی، فارجو ان اكون اكثرهم تابعا يوم القيامة)) [1]

[1] بخاری كتاب فضائل القرآن باب كيف نزل الوحی، و اول ما نزل م ۴۹۸۱ و مسلم كتاب الايمان باب وجوب الايمان برسالة نبينا محمد ﷺ ...... ح: ۲۳۹ (۱۵۲)

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نبیوں میں سے ہر ایک نبی کو ایسے معجزات عطا کیے گئے کہ ان کے بقدر لوگ ایمان لائے۔ اور بے شک جو معجزہ مجھے عطا کیا گیا ہے وہ وحی (قرآن وحدیث) ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل فرمائی ہے مجھے امید ہے کہ میرے پیروکار روز قیامت سب سے زیادہ ہوں گے۔''

(۲) رب تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰی اِلَیَّ﴾ (الكهف: ۱۱۰)

''اے نبی (ﷺ) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تو تمہارے ہی جیسا ایک انسان ہوں (ہاں یہ فرق ضرور ہے کہ) میری طرف وحی کی جاتی ہے۔''

اوپر مذکور حدیث اور قرآن کی آیت سے یہ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے فرمایا یعنی دعویٰ کیا کہ میری طرف وحی آتی ہے اور آپ ﷺ پر نازل ہونے والی وحی دو قسم کی ہے۔

۱۔ وحی متلو (یعنی قرآن)

۲۔ وحی غیر متلو (یعنی حدیث مبارک)

اب جو بھی وحی کا انکار کرتا ہے وہ آپ علیہ السلام کو وحی کے متعلق جھٹلاتا ہے یا وحی کا انکار کرتا ہے اور یہ دونوں ہی کفر ہیں اور نواقض ایمان میں سے ہیں۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ۝ وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۝﴾ (النحل: ۱۰۲۔ ۱۰۳)

''ہم خوب جانتے ہیں کہ کافر یہ کہتے ہیں کہ کوئی انسان ہے جو اس (نبی) کو (یہ قرآن) سکھا جاتا ہے حالانکہ جس شخص کی طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں وہ عجمی ہے اور یہ (قرآن) سلیس عربی زبان ہے بلا شبہ جو لوگ اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے انہیں وہ کبھی راہ پر نہیں لاتا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

حدیث رسول ﷺ (ایک عبرت انگیز واقعہ)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کچھ سونا بھیجا نبی ﷺ نے اسے تقسیم فرمایا تو اثنائے تقسیم میں آدمی کھڑا ہوا اس نے کہا:

((اتق الله يا محمد! فقال: من يطع الله اذا عصيته؟ يا ...... الله على اهل الارض؟ ولا تامضونى؟ قال فسال رجل قتله احسبه خالد بن الوليد، قال فمنعه قال فلما ولى، قال: "ان من ضئضى بهذا" او فى عقب لهذ قوم يقر وون القرآن لا يجاوز حناجرهم يحرقون من الدين مروق السهم من الرمة......)) [1]

[1] بخارى كتاب احاديث الانبياء باب قول الله تعالى: ﴿والى عناد اخانهم يهودا﴾ ح ٣٣٤٤ مسلم كتاب الزكوٰة باب ذكر الخوارج...... ح ١٠٦٤ وابوداود ٤٧٦٤.

''اے محمد ﷺ اللہ سے ڈرو۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں ہی اللہ کی نافرمانی کرنے لگوں تو کون اس کی اطاعت کرے گا، اللہ عزوجل تو مجھے زمین والوں کے لیے امین بنائے اورتم مجھے امین نہیں سمجھتے ہو؟ راوی کہتے ہیں اس پر ایک آدمی نے اجازت طلب کی، کیا میں اس کوقتل کردوں؟ میرا خیال ہے وہ خالد بن ولید تھے مگر آپ ﷺ نے انہیں روک دیا، پھر جب وہ کمر پھر کر چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی نسل میں ایسے لوگ ہوں گے جوقرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا، (وہ) دین اسلام سے ایسے خارج (نکلیں) ہوجائیں گے جسے تیراپنے شکار سے نکل جاتا ہے۔......''

اسی طرح سورۂ نساء کی آیت نمبر ٦٥ کا شان نزول بھی قابل ملاحظہ ہے

آپ ﷺ کے حکم سے بغض رکھنا:

اللہ رب العزت نے جومومنین کی صفات بیان فرمائیں ہیں ان میں ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ آپ ﷺ کے فیصلہ کردینے کے بعد دل میں کسی طرح کی بات نہیں لاتے بلکہ بصد احترام وخلوص کشادگی دل وذہن سے اس کوقبول کرتے ہیں۔

اور جو اس فیصلہ پر اظہار کراہت و ناپسندیدگی کرے اس کا ایمان باطل ہو جاتا ہے۔
فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○﴾

(النساء: ٦٥)

''اے محمد (ﷺ) تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے تنازعات میں آپ (ﷺ) کو حکم (فیصلہ کرنے والا) تسلیم نہ کر لیں پھر آپ جو فیصلہ کریں اس کے متعلق اپنے دلوں میں گھٹن (تنگی کراہت) بھی محسوس نہ کریں اور اس فیصلہ پر پوری طرح سر تسلیم خم کر دیں۔''

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ○ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ○﴾ (محمد: ٨۔ ٩)

''اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے تباہی ہے اور وہ (اللہ تعالیٰ) ان کے اعمال برباد فرما دے گا۔ یہ اس لیے کہ جو کچھ اللہ نے نازل کیا تھا اس سے انہوں نے بغض رکھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے۔''

شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی کرھوا کا معنی کرتے ہیں کہ فلم یقبلوه بل ابغضوه و کرھو کہ انہوں نے اس حکم کو قبول نہ کیا بلکہ اس سے بغض رکھا اور ناپسند و ناگوار سمجھا۔

آپ ﷺ کے حرام و حلال کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرنا:

یعنی مسلمان اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ کسی چیز کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھے جیسے کو یہ

موقف ونظریہ رکھتا ہو کہ شراب حلال ہے یا پھر حدیث میں جن چیزوں کی حرمت وارد ہوئی ہے ان کو تسلیم نہ کرتا ہو۔

فرمان باری تعالیٰ:

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ﴾ (التوبة: ٢٩)

''اور ان لوگوں سے جنگ کرو جو نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں نہ آخرت کے دن پر نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے ان پر حرام کی ہیں۔''

یعنی اللہ اور رسول ﷺ دونوں کی حرام کردہ اشیاء کو حرام سمجھنا ایمان ہے دونوں میں سے کسی ایک کی حرام کردہ چیز کو تسلیم نہ کرنا ایمان سے خارج ہونا اور کفر ہے۔

اس کی مزید توضیح رسول اللہ ﷺ کے مندرجہ ذیل فرمان میں موجود ہے۔

فرمان نبوی ﷺ:

عن مقدام بن معديكرب عن رسول الله ﷺ انه قال: الا انى اوتيت الكتاب ومثله معه، الا يوشك رجل شبعان على اريكته يقول: عليكم بهذا القرآن فما وجدتم فيه من حلال فاحلوه وما وجدتم من حرام محرموه الا يحل لكم الحمار الا على ولا كل ذى ناب من السبع ولا لقطعة معا عهد......)) [1]

[1] ابوداود كتاب السنه باب فى لزوم السنه ح ٤٦٠٤ صحيح.

''مقدام بن معدیکرب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خبردار! مجھے قرآن کے ساتھ اس جیسی ایک اور چیز بھی دی گئی ہے۔ عنقریب ایسے ہوگا کہ ایک سیر پیٹ (آسودہ حال) آدمی اپنے تخت یا دیوان پر بیٹھا کہے گا کہ

اس قرآن کو اختیار کرلو، جو اس میں حلال ہے اسے حلال جانو اور جو اس میں حرام ہے اسے حرام سمجھو۔ خبردار! تمہارے لیے پالتو گدھے، نیش دار درندے اور کسی ذمی (کافر) کا گرا پڑا مال اٹھا لینا حلال نہیں الا یہ کہ اس کا مالک اس سے بے پرواہ ہو۔''

یہاں نبی علیہ السلام نے کچھ ایسی حرام کردہ چیزوں کا ذکر فرمایا ہے جو قرآن میں حرام قرار نہیں دی گئیں جو ان کو تسلیم نہ کرے اس کا ایمان بالرسول قابل قبول نہ ہوگا۔

دوسرا حق:......اطاعت رسول ﷺ:

آپ ﷺ کے حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر لازم ہے اور اللہ عزوجل نے اپنے فرامین میں ہم پر فرض کی ہے۔

فرضیت اطاعت قرآن کی روشنی میں:

جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُوْلَ وَلاَ تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ﴾ (محمد:۳۳)

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کا کہا مانو اور اپنے اعمال کو غارت نہ کرو۔''

اطاعت ہی معیار ہدایت ہے:

کوئی بھی ہدایت یافتہ تب ہی ہوسکتا ہے جب وہ نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنْ تُطِيعُوْهُ تَهْتَدُوْا﴾ (النور:٥٤)

''ہدایت تو تمہیں اسی وقت ملے گی جب رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔''

کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء ورسل کی بعثت کا مقصد ہی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کی اطاعت کی جائے چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (النساء: ٦٤)

''ہم نے ہر ہر رسول کو صرف اسی لیے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کی جائے۔''

قیامت کے دن جواب دینا ہوگا:

اور پھر اسی کی بابت اللہ تعالیٰ قیامت کو بھی سوال کریں گے، کہ آیا تم لوگوں نے ہمارے انبیاء ورسل علیہم السلام کی اطاعت وفرمانبرداری کی یا کہ نہیں؟ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَ لَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ۝﴾

(الاعراف: ٦)

''پھر ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے تھے اور ہم پیغمبروں سے بھی ضرور پوچھیں گے۔''

اطاعت کے فوائد وثمرات:

اور پھر اسی سوال کی بنیاد پر آخرت میں لوگوں کے دو طبقے ہوں گے۔ ایک وہ جنہوں نے اطاعت وفرمانبرداری میں اپنے شب وروز گزارے، اور دوسرے وہ جو اس سے اعراض اور پہلو تہی اختیار کرتے رہے۔ اوّل الذکر کے لیے جنت اور اُس کی نعمتیں اور آخر الذکر کو عذابِ الیم ومھین کی وعید سنائی، چنانچہ فرمایا۔

﴿وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ

رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ o﴾

(النساء:۱۳،۱٤)

''اور جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اُسے اللہ تعالیٰ جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہے گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے نکلے اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا، جس میں ہمیشہ رہے گا، ایسوں ہی کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔''

اطاعت نہ کرنے کا انجام:

آپ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری سے اعراض کرنے والے قیامت کے دن بھی اورجہنم میں بھی حسرت بھری تمنائیں کریں گے کہ ہائے کاش! ہم نے نبی کریم ﷺ کی اطاعت کی ہوتی، قرآن پاک ان کی ناکام حسرتیں اس طرح بیان فرماتا ہے۔

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا o وَ قَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَ نَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا o رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَ الْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا o﴾

(الاحزاب:٦٦،٦٧،٦٨)

''اس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے (حسرت وافسوس سے) کہیں گے کہ کاش! ہم اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرتے۔ اور کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی مانی جنھوں نے

ہمیں راہِ راست سے بھٹکا دیا۔ پروردگار! تو انہیں دگنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت نازل فرما۔''

اسی طرح دوسرے مقام پر فرمایا:

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يَالَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا o يَاوَيْلَتٰى لَيْتَنِى لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا o لَقَدْ اَضَلَّنِى عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآئَنِى وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْاِنسَانِ خَذُوْلًا o﴾

(الفرقان: ۲۷، ۲۸، ۲۹)

''اور اس دن ظالم شخص اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا ہائے کاش! کہ میں نے رسول (ﷺ) کی راہ اختیار کی ہوتی۔ ہائے افسوس! کاش کے میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے تو مجھے نصیحت میرے کے پاس آجانے کے بعد گمراہ کر دیا کہ اور شیطان تو انسان کو (وقت پر) دغا دینے والا ہے۔''

اور پھر یہاں تک چاہیں گے کہ کاش اس عذاب کے بدلے ہم سے زمین اور اس کی وسعتوں میں جو کچھ ہے لے لیا جائے، لیکن پھر بھی یہ عذاب سے نہیں بچ سکیں گے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا o﴾ (النساء: ۴۲)

''جس روز کافر اور رسول کے نافرمان آرزو کریں گے کہ کاش! انہیں زمین کے ساتھ ہموار کر دیا جاتا اور وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات نہ چھپا سکیں گے۔''

یہ تو قرآنِ کریم کی روشنی میں آپ ﷺ کی نافرمانی کرنے والوں کا مختصر سا تذکرہ ہے۔

فرضیت اطاعت احادیث کی روشنی میں:

اب رسول اللہ ﷺ کے فرامین بھی دیکھیے: آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((كُلُّ أُمَّتِى يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ إِلَّامَنْ أَبَى قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! وَمَنْ يَأْبٰى؟ قَالَ مَنْ اَطَاعَنِىْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِىْ فَقَدْ أَبَى .))[1]

میری ساری امت جنت میں جائے گی سوائے ان کے جنہوں نے انکار کیا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! انکار کون کرے گا؟ فرمایا کہ جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے گا اس نے انکار کیا۔''

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

((مَنْ اَطَاعَنِىْ فَقَدْ اَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَانِىْ فَقَدْ عَصَى اللَّه .))[2]

''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری

[1] صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة ، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ حديث نمبر ۷۲۸۰، فتح الباری ۲٤۹/۱۳

[2] صحیح البخاری۔ کتاب الأحکام، باب قول الله تعالیٰ: أطيعوا الله واطيعواالرسول واولى الامر منكم (۷۱۳۷)

نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔''

اس حدیث میں آپ ﷺ نے اپنی اطاعت وفرمانبرداری کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت فرمایا ہے جیسا کہ ایک فرمان نبوی اس طرح ہے۔

((مَنْ نَزَعَ يَداً مِنْ طَاعَةِ اللَّهِ فَإِنَّهُ يَأْتِى يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَاحُجَّةَ لَهُ))[1]

''جس نے اپنا ہاتھ اللہ کی اطاعت سے کھینچا (اطاعت نہ کی) پس اس کے لیے

قیامت کے دن کامیابی کی کوئی دلیل نہیں ہوگی۔‘‘

اس کی وضاحت قرآن کے الفاظ میں یوں ہے

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء: ٨٠)

’’اس رسول کی جو اطاعت کرے اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔‘‘

آپ ﷺ کی اطاعت کے بارے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کس قدر عظیم ہے۔ اور اہل ایمان کو غور وفکر کی دعوت دیتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ایک فرمان بایں الفاظ منقول ہے کہ

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهِ لَتَدْخُلُنَّ الْجَنَّةَ كُلُّكُمْ إِلَّا مَنْ أَبٰى وَشَرَدَ عَلَى اللَّهِ كَشَرَادِ الْبَعِيْرُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ! وَمَنْ يَاْبٰى اَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ؟ قَالَ مَنْ اَطَاعَنِىْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِىْ فَقَدْ أَبٰى .))[2]

’’اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے البتہ ضرور ضرور تم جنت میں داخل ہوگے مگر جس نے جانے سے انکار کر دیا اور اللہ کی اطاعت سے اس طرح نکل گیا جیسے اونٹ بدک کر نکل جاتا ہے، اس نے کہا اللہ کے رسول جنت میں جانے سے کون انکار کرے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میری

[1] مسند أحمد رقم: ٥٥٥١، مسلم رقم (٤٧٩٣)

[2] صحيح ابن حبان (١/١٥٣) مستدرك الحاكم (٤/٢٤٧) مجمع الزوائد (١٠/٨٠)

اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔‘‘

نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرنا یہ آپ ﷺ کا حق ہے اور اس حق کو ایک مثال سے سمجھا جا سکتا ہے، خود نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائی، آپ ﷺ نے فرمایا۔

((اِنَّمَا مَثَلِیْ وَمَثَلُ مَابَعَثَنِی اللّٰهُ بِهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتَى قَوْمًا فَقَالَ

يَاقَوْمِ اِنِّى رَأَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنَيَّ وَاِنِّيْ اَنَا النَّذِيْرُ الْعُرْيَانُ، فَالنَّجَاءَ فَاَطَاعَهُ طَائِفَةٌ مِنْ قَوْمِهِ فَأَدْلَجُوْا فَانْطَلَقُوْا عَلَى مَهْلِهِمْ فَنَجَوْا، وَكَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ فَأَصْبَحُوْا مَكَانَهُمْ فَصَبَّحَهُمُ الْجَيْشُ فَأَهْلَكَهُمْ وَاجْتَاحَهُمْ فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ اَطَاعَنِىْ فَاتَّبَعَ مَاجِئْتُ بِهِ وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِى وَكَذَّبَ بِمَاجِئْتُ بِه مِنَ الْحَقِّ.))[1]

''میری اور جس دعوت کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا ہے اس کی مثال ایک ایسے شخص جیسی ہے جو کسی قوم کے پاس آئے اور کہے کہ اے قوم! میں نے ایک لشکر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں کھلم کھلا تم کو ڈرانے والا ہوں پس بچاؤ کی صورت کرو تو اس قوم کے ایک گروہ نے بات مان لی اور رات کے شروع ہی میں نکل بھاگے اور حفاظت کی جگہ چلے گئے۔ اس لیے نجات پا گئے لیکن ان کی دوسری جماعت نے جھٹلایا اور اپنی جگہ پر ہی موجود رہے، پھر صبح سویرے ہی دشمن کے لشکر نے انہیں آلیا اور انہیں مارا اور ان کو برباد کردیا۔ تو یہ مثال ہے اس کی جو میری اطاعت کریں اور جو دعوت میں لایا ہوں اس کی پیروی کریں اور اس کی مثال ہے جو میری نافرمانی کریں اور جو حق میں لے کر آیا ہوں اسے جھٹلائیں۔''

اسی طرح دوسری مثال بایں الفاظ بیان فرمائی جو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

[1] صحيح البخارى كتاب الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول ﷺ حديث نمبر ٧٢٨٣

((جَاءَ تِ الْمَلَائِكَةُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَنَائِمٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوْا اِنَّ لِصَاحِبِكُمْ هٰذَا مَثَلاً قَالَ فَاضْرِبُوْالَهُ مَثَلاً فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّهُ نَائِمٌ

وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبُ يَقْضَانُ۔ فَقَالُوْا مَثَلُهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا وَجَعَلَ فِيْهَا مَأْدُبَةً وَبَعَثَ دَاعِياً فَمَنْ أَجَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَوَأَكَلَ مِنَ الْمَأْدُبَةِ وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنَ الْمَأْدُبَةِ فَقَالُوْا أَوِّلُوْهَا لَهُ يَفْقَهْهَا فَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبُ يَقْظَانُ فَقَالُوْا فَالدَّارُ الجَنَّةُ وَالدَّاعِي مُحَمَّدٌ ﷺ فَمَنْ اَطَاعَ مُحَمَّداً ﷺ فَقَدْ اَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصٰى مُحَمَّداً ﷺ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَمُحَمَّدٌ فَرَّقَ بَيْنَ النَّاسِ .))[1]

''کہ فرشتے نبی کریم ﷺ کے پاس آئے (جبرائیل ومیکائیل) اور آپ سوئے ہوئے تھے۔ ایک نے کہا کہ یہ سوئے ہوئے ہیں، دوسرے نے کہا کہ ان کی آنکھیں سورہی ہیں لیکن ان کا دل بیدار ہے۔ انہوں نے کہا کہ تمہارے ان صاحب (محمد ﷺ) کی ایک مثال ہے، پس ان کی مثال بیان کرو۔ تو ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ سورہے ہیں دوسرے نے کہا کہ آنکھ سورہی ہے اور دل بیدار ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے ایک گھر بنایا اور کھانے کی دعوت کی اور بلانے والے کو بھیجا، پس جس نے بلانے والے کی دعوت قبول کرلی وہ گھر میں داخل ہوگیا اور دستر خوان سے کھایا اور جس نے بلانے والے کی دعوت قبول نہیں کی وہ گھر میں داخل نہیں ہوا اور دستر خوان سے کھانا نہیں

[1] صحیح بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ حدیث نمبر۔ ۷۲۸۱

کھایا، پھر اس نے کہا کہ اس کی ان کے لیے تفسیر کردو تا کہ یہ سمجھ جائیں۔ بعض نے کہا کہ یہ تو سوئے ہوئے ہیں لیکن بعض نے کہا کہ آنکھیں گو سورہی ہیں لیکن دل بیدار ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ گھر تو جنت ہے اور بلانے والے محمد ﷺ

ہیں۔ پس جو ان کی اطاعت کرے گا وہ اللہ کی اطاعت کرے گا اور جو ان کی نافرمانی کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا اور محمد ﷺ اچھے اور بُرے لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔''

اطاعت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نکتہ نظر:

اطاعت رسول ﷺ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا نکتہ نظر یہ تھا کہ

مصور کھینچ وہ نقشہ جس میں یہ صفائی ہو
ادھر فرمان محمد ہو ادھر گردن جھکائی ہو

کہ ادھر حکم پہنچا اور ادھر یہ عمل کے لیے لپک پڑیں ادھر سے اعلان ہوا اور ادھر انہوں نے خود کو تبدیل کر لیا۔

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی احکام قرآنی اور فرامین احادیث میں کبھی عملی لحاظ سے فرق روا نہ رکھا بلکہ انہوں نے احادیث کو قرآن کریم ہی تفسیر وتعبیر شمار کیا چنانچہ علقمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ

((لعن عبدالله ابو ابو شمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن، المغيرات خلق الله، فقالت ام يعقوب: ما هذا؟ قال عبدالله: وما لى لا العن من لعن رسول الله(ﷺ) وفى كتاب الله؟ قالت: والله لقد قراء ت ما بين الوحين فما وجدته، قال والله لئن قراتيه لقد وجدتيه ﴿وماء اتكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهو﴾)) (الحشر: ٧)[1]

[1] بخاری کتاب اللباس باب المتنمصات ح ٥٩٣٩.

''کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے وعظ میں بال گودھنے والی، چہرے کے بال اکھاڑنے والی حسن کے لیے دانتوں میں کشادگی کرنے والی اور اللہ کی خلقت

میں تبدیلی کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی تو (قبیلہ بنو اسد کی ایک عورت) ام یعقوب نے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کہا؟ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ایسی عورتوں پر لعنت کیوں نہ بھیجوں جن پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت کی ہے اور جو اللہ کی کتاب کے مطابق بھی ملعون ہیں۔ اس عورت نے کہا: میں نے پورا قرآن پڑھا ہے لیکن اس میں مجھے تو یہ چیز کہیں نہیں ملی۔ اس پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر تو نے قرآن پڑھا ہوتا تو تمہیں یہ حکم مل جاتا۔ جو کچھ رسول تمہیں دے وہ لے لو جس چیز سے منع کرے اس سے باز رہو۔"

اس حدیث پر غور کریں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو اللہ کا فرمان اور کتاب اللہ کا حکم قرار دیا۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے الفاظ قرآن ہی کی طرح واجب الاطاعت ہیں۔

مظاہر اطاعت:

قارئین کرام! اب ہم آپ کو قلم کی آنکھ سے ایسے مظاہر و مشاہدات سامنے لا کر دکھلاتے ہیں کہ جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے رسول اللہ ﷺ کا یہ حق ادا کرنے کا حق ادا کر دیا ہے۔

۱۔ جب اللہ رب العزت نے اپنے مقدس کلام میں شراب کی قطعی حرمت نازل فرمائی تو فرمایا:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○ اِنَّمَا

یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّوۡقِعَ بَیۡنَکُمُ الۡعَدَاوَۃَ وَ الۡبَغۡضَآءَ فِی الۡخَمۡرِ وَ الۡمَیۡسِرِ وَ یَصُدَّکُمۡ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَ عَنِ الصَّلٰوۃِ فَہَلۡ اَنۡتُمۡ مُّنۡتَہُوۡنَ۝﴾ (المائدة: ۹۰۔ ۹۱)

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! بے شک شراب جوا، آستانے اور فال نکالنے کے تیر، سب گندے کام ہیں اور عمل شیطان سے ہیں، پس تم ان سے بچو تا کہ فلاح پاؤ بے شک شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جوئے کے ذریعے سے دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روکے پھر کیا تم ان سے باز آتے ہو۔''

جب عمر رضی اللہ عنہ نے ان آیات کے آخری الفاظ سنے کہ فهل انتم منتهون ''پھر کیا تم ان (شیطانی کاموں) سے باز آتے ہو۔'' تو فوراً فرمایا: بس ہم باز آ گئے، ہم باز آ گئے۔ [1]

[1] ابوداؤد کتاب الاشربة باب تحریم الخمر رقم: ۳۶۷۰ و ترمذی کتاب التفسیر باب ومن سورة المائدة رقم: ۳۰۴۹ ونسائی کتاب الاشربه باب تحریم الخمر رقم: ۵۵۴۲ صحیح.

((عن انس رضی اللہ عنہ كنت ساقى القوم فى منزل ابى طلحة، وكان خمرهم يومئذ الفيضيخ فامر رسول الله ﷺ منا ديا ينادى: الا ان الخمر قد حرمت قال: فقال لى ابو طلحة اخرج فامرقها، فخرجت فهرقتها مجرت فى سكك المدينة......)) [1]

[1] بخاری کتاب المظالم باب صب الخمر فی الطریق رقم: ۲۴۶۴ ومسلم کتاب الاشربه باب تحریم الخمر...... رقم: ۱۹۸۰.

''انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس دن شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا میں ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر ساقی (شراب پلانے والا) کے فرائض انجام دے رہا تھا اور ان دنوں کچی پکی کھجوروں کی شراب استعمال ہوتی تھی، رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ایک آدمی اعلان کر رہا تھا کہ شراب کو حرام قرار دے دیا گیا ہے (انہوں نے یہ بھی

نہ کہا کہ ہم معلوم کر لیں کہ آیا معاملہ ایسا ہی ہے بلکہ فوراً) ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے
کہا کہ جاؤ اس شراب کو گرا دو، میں نے اسے گرا دیا مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے
لگی یعنی ہر ایک نے شراب گرا دی۔''

حالانکہ انس رضی اللہ عنہ خود بیان فرماتے ہیں جب انہوں نے مجھے شراب گرانے کا حکم دیا وہ اس وقت نشے میں چور ہونے کے قریب تھے۔ [1]

[1] مسند احمد: ۳/ ۱۸۱.

آخری حدیث صاف بتلاتی ہے کہ ان کی بے ہوشی بھی ہماری بیداری وہوش سے بہتر تھی۔

دوسرا ایک طویل واقعہ ہے کہ تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جنت تبوک میں پیچھے رہ گئے، واپسی پر نبی اکرم ﷺ نے سب سے عذر دریافت فرمائے تو منافقین نے جھوٹے سچے عذر گھڑ کر پیش کر دیئے لیکن ان تینوں نے دربار رسالت مآب میں سچ کہا تو نبی رحمت ﷺ نے فرمایا تم تینوں کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے پچاس دن کے لیے تمہارا بائیکاٹ کر دیا گیا سب مسلمانوں کو ممانعت کر دی گئی کہ ان سے کوئی کلام نہ کرے آخری دس دن میں تو بیویوں سے قربت بھی ممنوع ٹھہرا دی گئی اس بارے میں ان تین صحابہ میں سے کعب بن مالک فرماتے ہین کہ میرے دو ساتھی تو گھر میں رونے بیٹھ گئے لیکن میں مسجد میں جا کر نماز ادا کرتا بازاروں میں گھومتا لیکن مجال جو مجھ سے کوئی کلام کرتا حتیٰ کہ میں تنگ آ کر ایک دن اپنے جگری یار دنیا میں سے زیادہ محبوب و دوست اپنے چچا زاد بھائی ابوقتادہ کے باغ کی دیوار پھلانگ کر اندر چلا گیا میں نے ان کو سلام کیا مگر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا میں نے کئی جتن کیے کہ کسی طرح وہ مجھ سے بات کریں مگر سب بے سود آخر کار میں نے ان سے کہا کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں انہوں نے کوئی جواب نہ دیا میں نے اپنا یہ سوال تین بار دھرایا تو تیسری بار انہوں نے فقط اتنا کہا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں میں روتا ہوا دیوار پھلانگ کر واپس

آ گیا۔

مجھے سب لوگ اجنبی محسوس ہونے لگے وہ زمین انجان علاقہ محسوس ہونے لگی زمین اپنی تمام وسعتوں کے باوجود تنگ ہوگئی آخر کار اللہ نے ہماری توبہ کا اعلان نازل فرمادیا۔

﴿وعلى الثلاثة الذين خلفو.....﴾ (المائدة: ۱۱۸)[1]

[1] بخاری كتاب باب حديث كعب بن مالك...... رقم ٤٤١٨ و مسلم كتاب التوبة باب حديث توبة كعب بن مالك وصاحبيه...... رقم: ٢٧٦٩، ومسند احمد ٣/ ٤٥٦۔ ٤٥٩.

کوئی قوم اپنے مقتداء کی اطاعت کا مظہر پیش نہیں کرسکتی مگر یہ حق شناس اصحاب نبی آخر الزمان ﷺ اور ان کی امت کے حصہ میں ائی ہے فلله حمد على نعمه .

اگر اس طرح کے واقعات کو لکھنا شروع کر دیا جائے تو ایک مستقل کتاب بن جائے مگر ہم طوالت کے خوف سے اس پر اکتفاء کرتے ہیں۔

بہر حال نبی کریم ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری امت پر حق ہے جس کی ادائیگی عسر ویسر، سفر وحضر میں لازم ہے۔

تیسرا حق :......اتباعِ رسول ﷺ :

نبی کریم ﷺ کا ایک حق یہ ہے آپ ﷺ کی اتباع کی جائے، یاد رہے کہ اطاعت اور اتباع میں فرق ہے، اطاعت سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے فرامین کو مانا جائے اور عمل کیا جائے۔ اور اتباع کا مطلب ہے کہ جو کام آپ ﷺ کریں اس کے مطابق عمل کیا جائے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْo ﴾ (آل عمران: ۳۱)

’’کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا۔‘‘

یعنی اتباعِ رسول ﷺ کی وجہ سے تمہارے صرف گناہ ہی معاف نہیں ہوں گے بلکہ تم محبّ سے محبوب بن جاؤ گے اور یہ کتنا اونچا مقام ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں ایک انسان کو محبوبیت کا مقام مل جائے۔

اس آیت کے بہت سے شانِ نزول اور اسباب وارد ہوئے ہیں ایک سببِ نزول یہ بھی ہے کہ یہود کے سردار کعب بن اشرف نے دعویٰ کیا کہ ((نَحۡنُ اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ)) ہم اللہ کی محبت میں بہت سخت ہیں لہٰذا ((نَحۡنُ أَحِبَّاءُ اللّٰهِ)) ہم اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: (العجاب فی بیان الاسباب (٢/٦٧٧)

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں، فرمایا: کہ ان کے دعوؤں اور خودساختہ طریقوں سے اللہ کی محبت اور اس کی رضا حاصل نہیں ہوسکتی، اس کا تو صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ میرے پیغمبر پر ایمان لاؤ اور اس کی اتباع کرو۔ اس آیت نے تمام دعوے داران کے لیے ایک کسوٹی اور معیار مہیا کر دیا ہے کہ محبت الٰہی کا طالب اگر اتباع محمد ﷺ کے ذریعے سے یہ مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے پھر تو یقیناً وہ کامیاب ہے اور اپنے دعوے میں سچا ہے ورنہ وہ جھوٹا اور اس مقصد کے حصول میں ناکام بھی رہے گا، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کامیابی کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ اور رضائے الٰہی کے حصول میں اس قدر کامران ہوئے کہ ﴿ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ ﴾ کی نوید سنائی گئی۔ وجہ کیا تھی؟ وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے تمام اعمال وافعال میں نبی اکرم ﷺ کی اتباع کرتے تھے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جذبہ اتباع:

یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں فرماتے ہیں:

((لَسْتُ تَارِكاً شَيْئاً كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعْمَلُ بِهِ إِلَّا عَمِلْتُ بِهِ . فَإِنِّيْ أَخْشَىٰ إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ اَمْرِهِ اَنْ اَزِيْغَ .))[1]

''میں کسی بھی ایسے کام کو نہیں چھوڑ سکتا جسے رسول اللہ ﷺ اپنی زندگی میں

کرتے رہے ہوں، بے شک مجھے ڈر لگتا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے کسی امر کو چھوڑ کر سیدھے راستے سے بھٹک نہ جاؤں۔"

عمر فاروق رضی اللہ عنہ انداز اتباع:

یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں جو حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

((اَمَا وَاللَّهِ اِنِّیْ لَأَعْلَمُ اِنَّکَ حَجَرٌ لَاتَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا اَنِّی رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللَّهِ ﷺ اسْتَلَمَكَ مَااسْتَلَمْتكَ))[2]

[1] صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس باب فرض الخمس (۳۰۹۳) وصحیح مسلم کتاب الجهادو السیر باب قول النبی ﷺ لا نُورث ،ماترکنا صدقةٌ حدیث نمبر (٤٥٨٢)

[2] صحیح بخاری، کتاب الحج باب الرمل فی الحج والعمرة (١٦٠٥)

"بخدا مجھے خوب معلوم ہے کہ تو صرف ایک پتھر ہے جو نہ تو کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ کوئی نقصان، اور اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔"

غرض یہ کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اتباع رسول میں پیش پیش نظر آتے ہیں اور بدعات سے بچنے کا سبق دیتے ہیں۔

ابن عباس وابن مسعود رضی اللہ عنہما کا پوری امت کو درس اتباع:

جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((عَلَیْكَ بِتَقْوَی اللّٰهِ وَالْاِسْتِقَامَةِ وَاتَّبِعْ وَلَا تَبْتَدِعْ .))[1]

"اپنے اوپر تقویٰ اور استقامت کو لازم کرو اور نبی اکرم کی سنت کی پیروی کرو اور بدعتی نہ بنو۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

((اِتَّبِعُوْا وَلَا تَبْتَدِعُوْا فَقَدْ کُفِیْتُمْ .))[2]

''سنت کی پیروی کرو اور بدعتی نہ بنو، پس تحقیق وہ سنت ہی تم کو کفایت کردے گی۔''

نیز فرماتے ہیں:

((اِنَّا نَقْتَدِی وَلاَ نَبْتَدِیٔ وَنَتَّبِعُ وَلاَنَبْتَدِعُ وَلَنْ نَّضِلَّ مَاتَمَسَّکْنَا بِالْأَثْرِ .))

''بے شک ہم اقتداء کریں گے اور ابتداء نہیں کریں گے (یعنی بذات خود کام شروع نہیں کریں گے) اور ہم پیروی کریں گے اور نئی بات (بدعت) کو نہیں مانیں گے اور جب تک ہم احادیث کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں گے ہرگز گمراہ نہیں ہوں گے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا یہ نظریہ اس لیے تھا کہ وہ قرآن کی اس آیت کو ہر وقت اپنی آنکھوں کے سامنے موجود پاتے تھے۔

﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۝﴾

(الانعام: ۱۵۳)

''اور بے شک یہی میری سیدھی راہ ہے لہٰذا اسی پر چلتے رہو اور دوسری راہوں پر نہ چلو ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے ہٹا کر جدا جدا کردیں گی اللہ تعالیٰ نے تمہیں انہیں باتوں کا حکم دیا ہے شاید کہ تم گمراہی سے بچ جاؤ۔''

یعنی یہی وہ واحد راستہ ہے جس کی اتباع و پیروی کر کے تم فوز فلاح کامیابی وکامرانی شادمانی وفرحت پا سکتے ہو اس کے علاوہ جتنے بھی راستے ہیں سب کے سب بھٹکا دینے والے سراب ہیں جن پر چل کر تم کبھی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکو گے۔

یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں ان سے عبید بن جریج نے پوچھا:

((یا ابا عبدالرحمن! لا یشك تصنع اربعا لم الا احدا من اصحابك یصنعها، قال: ماهن یا بن یریج؟ مال: لا یتك لا تمس من الارکان الا الیماتین، ورایتك تلبس النعال البتیة، ولایتك تصبغ بالصفرة، ولا ولا بیتك اذا کنت بمکة اهل الناس اذا راوا الهلال ولم تهل انت حتی کان یوم الشروبة فقال عبدالله بن عمر اما الارکان فانی لم ار رسول اللهﷺ یمس الا الیمانین، واما النعال السبتیه فانی رایت رسول اللهﷺ یلبس النعال التی لیس فیها شعر...... فانا احب ان البسها، واما الصفرة فانی رایت رسول اللهﷺ یصبغ بها فانا احب ان اصبغ بها واما الا بهلال فانی لم الا رسول اللهﷺ یبهل))[1]

[1] بخاری کتاب الوضوء باب غسل الرجلین فی النعلین ولا یمسح علی النعلین ح ١٦٦ و مسلم کتاب الحج باب بیان ان الافضل ان یحرم حین...... ح ١٨٧.

''اے ابوعبدالرحمٰن میں آپ کو چار کام کرتے دیکھتا ہوں، آپ کا کوئی ساتھی یہ نہیں کرتا۔ انہوں نے کہا: میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ (دوران طواف میں) بیت اللہ کے صرف دو کونوں (حجر اسود اور رکن یمانی) کو ہاتھ لگاتے ہیں اور آپ کو دیکھا کہ آپ چمڑے کی جوتی پہنتے ہیں جس پر بال نہیں ہوتے۔ اور اپ کو دیکھا ہے کہ زرد رنگ استعمال کرتے ہیں (کپڑوں میں یا بالوں میں بطور خضاب کے) اور میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ جب آپ مکہ میں ہو تو لوگ چاند دیکھتے ہی احرام باندھ لیتے ہیں مگر آپ آٹھویں ذوالحجہ کو احرام باندھتے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: جہاں تک (دوران طواف میں) ارکان کو چھونے کا

تعلق ہے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ صرف دونوں ارکان ہی کو چھوتے تھے۔ اور بے بال والی چمڑے کے جوتے......تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ کا جوتا ایسے چمڑے کا ہوتا تھا جس پر بال نہ ہوتے تھے......تو میں ایسے ہی جوتے پہننا پسند کرتا ہوں اور رہا زرد رنگ کا......تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ اس سے رنگتے تھے لہٰذا میں بھی اس سے رنگنا پسند کرتا ہوں۔ رہا تلبیہ......تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا۔''

اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ہر عمل اتباع رسول ﷺ کا آئینہ دار تھا انہوں نے اپنے ہر عمل پر کہا کہ میں یہ ایسا اس لیے کرتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔

یہ مزاج فقط عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا نہیں تھا بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا یہی مزاج تھا جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں ہے:

((عن ابن عمر رضي الله عنهما قال التخذ النبى ﷺ خاتما من ذهب فاتخذ الناس خواتيم من ذهب فقال النبى ﷺ "انى اتخذت خاتما من ذهب" فنبذه وقال "انى من البسه ابو افنبذ الناس خواتيمهم)) ❶

❶ بخاری كتاب الاعتصام بالكتاب والسنه، باب الاقتداء بافعال النبى ﷺ رقم: ٧٢٩٨.

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تو تمام لوگوں نے بھی (نبی ﷺ کو دیکھ کر) سونے کی انگوٹھی بنوا لی (ایک دن) نبی ﷺ نے فرمایا میں نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تھی اس کے بعد نبی مکرم ﷺ نے اس کو پھینک دیا اور فرمایا میں اب اس کو کبھی نہیں پہنوں گا تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اپنی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔''

حالانکہ وہ سوچ سکتے تھے کہ نبی ﷺ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ تم نہ پہنو یا تم پھینک دو انہوں نے تو یہ بھی نہ دیکھا کہ ہم ان انگوٹھیوں کو بیچ کر سونے یا روپے لے لے نہیں نہیں ان کی محبت نے ان کو یہ سکھایا کہ محبوب ﷺ کی ہر ادا قابل اتباع ہے اس میں منفعت و مضرت و نقصان کے قانون نہیں چلتے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ امیہ بن عبداللہ بن خالد نے عبداللہ بن عمر سے کہا کہ ہم عام (حالات یعنی حضر کی) نماز کا حکم تو قرآن میں ملاحظہ کرتے ہیں لیکن صلاۃ الخوف اور صلاۃ السفر کا تذکرہ قرآن مہیں نہیں ہے تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا:

((ابن اخی، ان اللہ عزوجل بعث الینا محمدا ﷺ ولا نعلم شیئا، فانما نفعل کما لا یئنا محمدا ﷺ یفعل .))❶

❶ مسند احمد: ۲/ ص ۹۴ رقم ۵۶۵۰.

''اے میرے بھتیجے اللہ تعالیٰ نے جب محمد ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا تو ہمیں کچھ معلوم نہ تھا۔''

اب ہم تو فقط وہی کرتے ہیں جو ہم رسول اللہ ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھتے ہیں (یعنی ہم نے اپنی عقلوں کی لگا اب محمد ﷺ کے ہاتھ میں دے دی ہے جب چاہیں جہاں چاہیں روک دیں ہماری محبت اور ان کا حق یہ کہتا ہے کہ ان کے ہر قول فعل میں حکمت ہے بس ان کی اتباع و پیروی کیے جاؤ۔

ان تمام آیات، احادیث اور آثار سے نبی کریم ﷺ کی اتباع کی اہمیت معلوم ہوتی ہے، الحاصل یہ کہ آپ ﷺ کی اتباع آپ ﷺ کا حق ہے۔

❶ سنن دارمی حدیث نمبر (۱٤۱) ❷ سنن دارمی باب فی کراهة اخذالرأی رقم (۲۱۱)

❸ شرح أصول إعتقاد أهل السنة للإمام لالكائى ۸٦/۱ برقم: ۱۰٦

چوتھا حق:.......اختلافی امور میں نبی اکرم ﷺ کی طرف رجوع:

نبی کریم ﷺ کے حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ اختلافی امور میں رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کیا جائے۔ انسان ہونے کے ناطے، اختلافِ طباع اور اختلافِ فہم کی وجہ سے اعمال وافعال میں ایک دوسرے سے اختلافِ رائے ہوسکتا ہے اور اس سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی محفوظ و مامون نہ تھے لیکن ایسی صورتِ حال میں اختلاف کا حل کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کے ہاں سمجھتے تھے، یہی سبیل المؤمنین ہے اور اگر اختلافی امور میں رجوع اِلی اللہ اور رجوع اِلی الرسول ﷺ نہیں ہوگا تو اختلاف وتنازعات ختم کرنا خام خیالی ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِيۡ شَيۡءٍ فَرُدُّوۡهُ إِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوۡلِ۝﴾

(النساء: ٥٩)

''پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ اور رسول کی طرف''

اختلافی مسائل میں نبی اکرم ﷺ کی طرف رجوع نہ کرنے کا انجام:

اور جو فیصلہ آپ ﷺ فرمادیں اس کو قبول کرنا اور اپنے دل میں کوئی کھٹک، تنگی اور خلجان محسوس نہ کرنا ایک مؤمن کی شان ہے اور اگر ایمان کی کیفیت ایسی نہ ہو بلکہ مخالفت کا داعیہ پیدا ہو تو یہ ایمان کی کمی بلکہ ایمان بالرسول سے ہاتھ دھونے کے مترادف ہے اور ایسے آدمی کا ٹھکانہ جہنم ہے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنۡ يُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الۡهُدٰى وَ يَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيۡلِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَ ت مَصِيۡرًا۝﴾

(النساء: ١١٥)

''جو شخص راہِ ہدایت کے واضح ہوجانے کے بعد بھی رسول کا خلاف کرے اور تمام

مومنون کی راہ چھوڑ کر چلے ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو، اور دوزخ میں ڈال دیں گے وہ بہت ہی بُری جگہ ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں ایسے لوگوں کے لیے شدید وعید ہے جو اختلاف کے وقت رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں اور آپ ﷺ کی طرف اپنے اختلافی مسائل نہیں لوٹاتے۔ ایک دوسرے مقام پر ارشادِ الٰہی ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ o﴾ (النور:٦٣)

''سنو جو لوگ حکمِ رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا دردناک عذاب نہ پہنچے۔''

بلکہ اس قبیح حرکت کو منافقین کی عادت بتایا گیا ہے، جس کی بابت فرمایا:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَ يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا o وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا o﴾ (النساء: ٦٠،٦١)

''کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا کہ جن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو کچھ آپ پر اور جو کچھ آپ سے پہلے اتارا گیا ہے اس پر ان کا ایمان ہے لیکن وہ اپنے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ شیطان کا انکار کریں۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ انہیں بہکا کر دور کی گمراہی میں ڈال دے، ان سے جب کبھی کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کلام کی اور رسول کی طرف آؤ تو آپ دیکھ لیں گے کہ یہ منافق آپ سے منہ پھیر کر رو کے جاتے ہیں۔''

اور اس سے شدید وعید مندرجہ ذیل آیت میں ہے ارشادِ ربِ کریم ہے:

﴿وَاِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ٥ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ٥ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ٥ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥﴾ (سوره النور: ٤٨، ٤٩، ٥٠،٥١)

''جب یہ اس بات کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے جھگڑے چکا دے تو بھی ان کی ایک جماعت منہ موڑنے والی بن جاتی ہے ہاں اگر انہی کو حق پہنچتا ہو تو مطیع و فرمانبردار ہو کر اس کی طرف چلے آتے ہیں کہ ان کے دلوں میں بیماری ہے یا یہ شک و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں یا انہیں اس بات کا ڈر ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ان کی حق تلفی نہ کریں، بات یہ ہے کہ یہ لوگ خود ہی بڑے ظالم ہیں۔ ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب انہیں اس لیے بلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان میں فیصلہ کردے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔''

بلکہ آپ ﷺ کے فیصلہ کو دل کی گہرائیوں سے ماننے کا نام ایمان ہے اور لیس وراء ذلك مثقال خردل من الايمان، ارشادِ ربانی ہے:

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ٥﴾

(النساء: ٦٥)

''سو قسم ہے تیرے پروردگار کی یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔''

اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا (جو رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد تھے) اور ایک آدمی کا کھیت کو سیراب کرنے والے نالے کے پانی پر جھگڑا ہو گیا۔ معاملہ نبی کریم ﷺ تک پہنچا۔ آپ ﷺ نے صورتِ حال کا جائزہ لے کر جو فیصلہ دیا تو وہ اتفاق سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حق میں تھا جس پر دوسرے آدمی نے کہا کہ آپ ﷺ نے یہ فیصلہ اس لیے کیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کا پھوپھی زاد ہے۔ چنانچہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔[1]

مطلب یہ ہوا کہ نبی ﷺ کی بات یا فیصلے سے اختلاف تو دور کی بات، دل میں کھٹک، تنگی اور انقباض بھی محسوس کرنا ایمان کے منافی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرٰى اِخْتِلاَفاً كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ .))[2]

تم میں سے جو (میرے بعد) زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا، پس تم میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو لازم پکڑنا۔''

اللہ کے رسول ﷺ بقیدِ حیات ہوں تو آپ ﷺ کی ذات مقدسہ مرجع ہے اور آپ ﷺ کے انتقال کے بعد آپ ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کی حدیث کی طرف رجوع کیا جائے یہ بھی رسول اللہ ﷺ کا حق ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے دور میں یہ بات نمایاں طور پر ملتی ہے کہ جب ان کے درمیان کسی مسئلے میں اختلاف ہوتا تو حدیث رسول ﷺ ملتے ہی وہ اختلاف فوراً ختم کر دیتے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کو غسل دینے، دفن کرنے اور خلیفہ

منتخب کرنے کے متعلق اختلاف ہوا لیکن یوں ہی حدیث رسول ﷺ ان کی سماعت سے ٹکرائی، انہوں نے سرِ تسلیم خم کرلیا اور اپنے اختلاف کو ختم کر دیا اور حدیث رسول ﷺ کو مان لیا اور بحث تکرار کی بساط لپیٹ دی اس کے علاوہ چند ایک اور گلہائے عقیدت کی تابانیاں ملاحظہ کیجئے۔

(۱) حضرت قبیصہ بن ذوئب بن ملحصہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دربار خلافت میں ایک عورت (جو کسی میت کی دادی یا نانی تھیں) آئیں اور آ کر کہا کہ مرنے والے کی وراثت سے میرا حصہ دلوایئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((مالك فى كتاب الله شيء، وما علمت لك فى سنة رسول الله شيئا فارجعى حتى اسال الناس))

''تیرے لیے قرآن مجید میں کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ ہی سنت رسول ﷺ میں تیرا حصہ میرے علم میں ہے بلکہ فی الحال آپ چلی جائیں حتیٰ کہ میں لوگوں سے اس بارے پوچھ تاچھ کرلوں۔''

جب آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

((رسول الله ﷺ المطا لها السدس فقال ابوبكر هل معك غيرك؟ فقام محمد بن مسلمة الانصارى فقال مثل ما قال المغيرة بن شعبة فانفذه لها ابوبكر رضی اللہ عنہ))

''میری موجودگی میں رسول اللہ ﷺ نانی (یا دادی) کو چھٹا حصہ دیا تھا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تمہارے ساتھ اور بھی گواہ ہے؟ تو سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر وہی بات دہرائی جو پہلے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہہ چکے تھے۔''

چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کے مطابق اس عورت کو چھٹا حصہ دلوا دیا۔ [1]

❶ ابوداؤد وكتاب الفرائض باب فى الجدة رقم: ٢٨٩٤ وابن ماجه ابواب الفرائض باب ميراث الجده رقم: ٢٨٢٤ صحيح.

۲۔ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ:

((الدية للعاقلة، ولا ترك المرأة من دية زوجها شيئا، حتى كتب اليه الضحاك بن سفيان ان النبى ﷺ ورث امرأة اللشيم الضبابى من دية زوجها.))❶

❶ سنن ابن ماج ابواب الديات باب الميراث من الدية رقم: ٢٦٤٢ وابوداود كتاب الفرائض باب فى اميراث ترك من دية زوجها رقم: ٢٩٢٧ وترمذى رقم: ١٤١٥ صحيح.

''دیت عاقلہ کو ملے گی اور عورت کو اپنے خاوند کی دیت (خون بہا) سے ترکے و وراثت والا حصہ نہیں ملے گا حتیٰ کہ سیدنا ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ نے انہیں خط لکھ کر بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے جناب اشیم الضبابی کی بیوی کو اس کے خاوند کی دیت سے حصہ دلوایا تھا۔ (تو تب عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً رجوع فرمالیا)۔''

۳۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا موقف تھا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اور وہ حاملہ بھی ہو تو اسے وضع حمل اور عدت وفات میں سے جو طویل ہو اس کے مطابق عدت گزارنی چاہیے۔ لیکن سبیعہ بنت حارث نے وضاحت کی کہ میں اپنے خاوند کی وفات کے وقت حاملہ تھی تو رسول اللہ ﷺ نے وضع حمل ہی کو عدت قرار دیا تھا۔ چنانچہ حضرت علی وابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔❶

❶ سنن النسائى كتاب الطلاق باب عدة الحامل المتوفى عنها زوجها، رقم ٣٥٣٩ صحيح.

۴۔ اسی طرح سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا موقف تھا کہ جنبی آدمی جب تک غسل نہ کرے روزہ نہیں رکھ سکتا، مروان بن حکم نے اس قضیے کی تحقیق کے لیے ام المومنین سیدہ ام سلمہ اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا انتخاب کیا انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ غسل فرمانے سے پہلے روزہ رکھ لیتے تھے، پھر غسل کرنے کے بعد نماز ادا فرماتے، اس عمل سے آ کہی

کے بعد جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنا موقف چھوڑ دیا اور عمل رسول کی طرف رجوع کر لیا۔ [1]

[1] صحيح مسلم كتاب الصيام باب صحة صوم من طلع عليه الفجر وهو جنب رقم: ١١٠٩.

یہ دور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے چند ایک واقعات تھے ورنہ کتب احادیث میں اس قسم کے واقعات انتہائی وافر مقدار میں بھرے پڑے ہیں۔

اس کے بعد دور تابعین کی طرف نظر کریں تو ان میں ہر عام وخاص ہمیں اس طریقہ پر گامزن نظر آتا ہے اس کے لیے یہاں صرف ایک قابل فکر واقعہ نقل کرتے ہیں:

ایک قابل غور واقعہ:

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ درس حدیث دے رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ آپ قرآن کا درس دیا کریں کیونکہ آپ ہمیں احادیث سناتے ہیں جن کی بنیاد قرآن میں نہیں ہوتی۔ اس پر سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو غصہ گیا (آپ رضی اللہ عنہ) فرمانے لگے: کیا تو اور تیرے ہم نوا قرآن پڑھتے ہیں؟ ذرا مجھے نماز کی تفصیلات سے آگاہ کرو کہ اس کے آداب وحقوق کیا ہیں؟ نیز سونے، چاندی، اونٹ، گائے اور دیگر احناف مال کی زکوٰۃ کے بارے میں بھی بتاؤ کہ ان کا کیا نصاب ہے؟ آپ حضرات تو اس وقت موجود نہ تھے لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کی مجالس میں شرکت کی ہے جس میں ہمیں ایسے مسائل سے آگاہی ہوتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز کے فرائض وواجبات اور زکاۃ کے نصاب وحقوق سے آگاہ فرمایا۔

سائل نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما کی تقریر سن کر کہا کہ آج آپ نے میرا دل زندہ کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو حیات جاوداں بخشے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب وہ آدمی فوت ہوا تو مسلمانوں کے ہاں وہ بہت بڑا فقیہ تھا۔ [1]

[1] المستدرك للحاكم كتاب العلم ١/١٠٩ و ١١٠ رقم ٨٨٢ منقول از حجيت حديث عبدالستار

حماد صاحب.

یعنی حدیث رسول کی عظمت کو جان کر اپنی زندگی کے دھارے ہی کو بدل لیا۔

پانچواں حق:......رسول کریم ﷺ کی کسی معاملہ میں مخالفت نہ کی جائے:

آپ ﷺ کے حقوق میں سے پانچواں حق یہ ہے کہ کسی بھی معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت نہ کی جائے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی مخالفت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نے فتنہ اور عذاب الیم سے ڈرایا ہے فرمان باری تعالیٰ ہے:

❶ صحیح بخاری، رقم (٤٥٨٥)
❷ ترمذی، کتاب العلم باب الاخذ بالسنة واجتناب البدعة حدیث نمبر: (٢٦٧٦)

مخالفت کرنے والے کے لیے آخرت کا عذاب:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْيُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ o﴾ (النور:٦٣)

''سنو جو لوگ حکمِ رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔''

اور یہاں صرف ڈرایا ہی نہیں بلکہ فی الواقع ایسا ہوا بھی ہے کہ آپ ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کو اسی دنیا میں اللہ تعالیٰ نے کسی مصیبت اور آزمائش میں مبتلا کر دیا۔

ا۔ دنیا میں انجام:

جیسا کہ حضرت سلمة بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی آپ ﷺ کی موجودگی میں بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا:

((كُلْ بِيَمِيْنِكَ)) دائیں سے کھاؤ۔ کہنے لگا: ((لَا اَسْتَطِيْعُ)) میں اس سے نہیں کھا سکتا، آپ ﷺ نے فرمایا: ((لَا اسْتَطَعْتَ)) تو نہ ہی کھا سکے۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا اور واقعةً اس کا دائیاں ہاتھ مفلوج ہو گیا۔ ❶

۲۔ دنیا و آخرت دونوں کی سزا:

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

((قَرَأَ النَّبِیُّ ﷺ النَّجْمَ سَجَدَ ، فَمَا بَقِيَ أَحَدٌ إِلَّا سَجَدَ ، إِلَّا رَجُلٌ رَأَيْتُهُ أَخَذَ كَفًّا مِنْ حَصَى فَرَفَعَهُ سَجَدَ عَلَيْهِ وَقَالَ هَذَا يَكْفِينِيْ فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا .))[2]

''نبی اکرم ﷺ نے سورہ نجم پڑھی اور سجدہ کیا، اس وقت آپ کے ساتھ تمام لوگوں نے سجدہ کیا صرف ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ اپنے ہاتھ میں اس نے کنکریاں اٹھا کر اس پر اپنا سر رکھ دیا اور کہنے لگا کہ میرے لیے بس اتنا ہی کافی ہے۔ میں نے پھر اسے دیکھا کہ کفر کی حالت میں وہ قتل کیا گیا۔''

[1] صحیح مسلم کتاب الاشربۃ باب آداب الطعام والشراب واحکامھاحدیث نمبر(۲۰۲۱)

[2] صحیح بخاری ،کتاب مناقب الانصار، باب مالقی النبی ﷺ وأصحابه من المشركين بمكة حدیث (۳۸۵۳)وصحیح مسلم کتاب المساجد باب سجود التلاوة حدیث نمبر (۱۲۹۷)

(یہ آدمی، امیہ بن خلف تھا جو بدر میں قتل کیا گیا)(فتح الباری (۶۱۴/۸)

اسی حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَجُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصَّغَارُ عَلٰى مَنْ خَالَفَ أَمْرِی .))[1]

''اور جو میرے حکم کی مخالفت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر ذلت اور حقارت کر دیتا ہے۔''

اور انہیں (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِيْنَ! خَمْسٌ إِذَا ابْتُلِيْتُمْ بِهِنَّ وَأَعُوْذُبِاللّٰهِ اَنْ تُدْرِكُوْهُنَّ: لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِيْ قَوْمٍ قَطُّ حَتّٰى يُعْلِنُوْا بِهَا إِلَّافَشَافِيْهِمُ الطَّاعُوْنُ وَالْاَوْجَاعُ الَّتِیْ لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِیْ

اَسْلَافِهِمُ الَّذِيْنَ مَضَوْا، وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ إِلَّا أُخِذُوْا بِالسِّنِيْنَ وَشِدَّةِ الْمَؤُوْنَةِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ اَمْوَالِهِمْ إِلَّا مُنِعُوْا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ وَلَوْ لَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوْا، وَلَمْ يَنْقُضُوْا عَهْدَاللّٰهِ وَعَهْدَ رَسُوْلِهٖ إِلَّا سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ فَأَخَذُوْا بَعْضَ مَافِىْ أَيْدِيْهِمْ، وَمَالَمْ تَحْكُمْ أَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَيَتَخَيَّرُوْا مِمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ .))[2]

''اے مہاجرین کے گروہ پانچ باتیں ہیں جب تم ان میں مبتلا ہوجاؤ، اور اللہ کی پناہ مانگتا ہوں میں اس سے کہ تم ان میں مبتلا ہو (اب ان پانچ باتوں کا بیان ہے) جب کسی قوم میں علانیہ فسق و فجور ہوتا ہے (جیسے زنا، شراب خمر وغیرہ) تو ان میں طاعون آتا ہے (یعنی وباء) اور ایسی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں کہ اگلے لوگوں میں وہ بیماریاں کبھی نہیں ہوئی تھیں، اور جب کوئی قوم تول اور ماپ میں کمی کرتی ہے تو ان

[1] مسند احمد حديث نمبر (٥١١٤)

[2] سنن ابن ماجة ، كتاب الفتن ،باب العقوبات حديث نمبر (٤٠١٩)

پر قحط اترتا ہے اور سخت مصیبت پڑتی ہے اور بادشاہِ وقت ان پر ظلم کرتا ہے، اور جب کوئی قوم اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتی تو اللہ تعالیٰ ان پر بارش روک دیتا ہے اور اگر دنیا میں چار پائے نہ ہوتے تو بالکل بارش نہ ہوتی، اور جب کوئی قوم اللہ اور اس کے رسول کا عہد توڑتی ہے (یعنی اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی حدیث پر عمل کرنا چھوڑتی ہے) تو اللہ تعالیٰ ان پر ایک دشمن مسلط کرتا ہے جو ان کی قوم کا نہیں ہوتا اور ان کے ہاتھوں کے بعض مال کو وہ چھین لیتا ہے اور جب مسلمان حاکم اللہ تعالیٰ کی کتاب پر نہیں چلتے اور اللہ نے جو نازل فرمایا اس کو اختیار نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کے اندر لڑائی ڈال دیتا ہے۔''

مخالفت رسول ﷺ پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا ردعمل:

اختلافی امور میں حدیث رسول یا عمل رسول ﷺ کو ترجیح نہ دینے کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا جو طرز عمل ہمارے سامنے آتا ہے وہ نہایت ہی قابل نصیحت اور رہنمائے زندگی بنانے کے قابل ہے۔

۱۔ جناب عروہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ آپ اللہ سے نہیں ڈرتے کہ آپ حج تمتع کی رخصت دیتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: اے عروہ! تم اپنی والدہ سے پوچھ لو، عروہ کہنے لگے: ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے تو تمتع نہیں کیا، یہ سن کر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

((وَاللّٰهُ مَا اَرَاكُمْ مُنْتَهِيْنَ حَتَى يُعَذِّبَكُمْ اللّٰهُ نُحَدِّثُكُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ تُحَدِّثُوْنَا عَنْ اَبِى بَكْرِ وَ عُمَرَ؟))

''اللہ کی قسم! میں نہیں سمجھتا کہ تم باز آؤ گے یہاں تک کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو، ہم تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتے ہیں اور تم اس کے مقابلے میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بات کرتے ہو؟''

اور دوسری روایت میں ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

((اراهم سهلكون، اقول قال رسول الله ﷺ ويقولون: قال ابوبكر و عمر؟)) [1]

[1] صحیح جامع بیان العلم وفضله لابن عبدالبر ص ٥٢٥.

''میں سمجھتا ہوں کہ وہ عنقریب ہلاک ہو جائیں گے، میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا اور یہ کہتے ہیں کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے یوں کہا؟''

۲۔ سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لا تمنعوا نساء کم المساجد اذا استاذنکم الیھا))

''اگر تمہاری خواتین تم سے مساجد میں جانے کی اجازت طلب کریں تو تم انہیں ان میں جانے سے منع نہ کیا کرو۔''

یہ حدیث سن کر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے بلال بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہنے لگے: (واللہ لنمعنھن) اللہ کی قسم! ہم انہیں ضرور منع کریں گے۔ تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں شدید برا بھلا کہا، اتنا برا بھلا کہ میں نے آج تک انہیں کسی کو اتنا برا بھلا کہتے ہوئے نہیں (سنا) دیکھا اور انہوں نے فرمایا:

((اخبرك عن رسول اللہ ﷺ وتقول واللہ نمنعھن))[1]

[1] مسلم کتاب الصلاۃ باب خروج النساء الی المساجد اذا لم یترتب علیه فتنة وانها لا تخرج مطیبة رقم: ٤٤٢.

''میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم کہتے ہو اللہ کی قسم! ہم انہیں ضرور منع کریں گے۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ جب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بیان فرمائی کہ:

((ائذنوا للنساء باللیل الی المساجد))

''عورتوں کو رات کے وقت مساجد جانے کی اجازت دے دیا کرو۔''

تو ان کے ایک بیٹے نے (جس کا نام واقد تھا) کہا:

((اذن یتخذنه دغلا))

''تب تو وہ اسے خرابی کا ذریعہ بنالیں گی۔''

یہ سننا تھا کہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسے کے سینے پر مارا اور فرمایا:

((احدثك عن رسول اللہ وتقول لا))[1]

[1] مسلم کتاب الصلاۃ باب خروج النساء الی المساجد...... رقم ٤٤٢.

''میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور تم کہتے ہو نہیں۔''

مذکورہ بالا دو واقعات سے معلوم ہوا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی سنت کا علم ہو جائے تو پھر کسی کی رائے کوئی حیثیت نہیں رکھتی چاہے وہ رائے کسی صحابی یا تابعی ہی کی کیوں نہ ہو لیکن بصد افسوس! اس دور میں کئی ایسے لوگ موجود ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ کی مبارک سنتوں کے بارے میں صحیح احادیث سنائی جاتی ہیں تو وہ ان کے مقابلہ میں اپنے علماء یا ائمہ کرام کی آراء پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ اتنی بڑی جسارت ہے کہ جس پر جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما عذاب الٰہی کے نازل ہونے کا اندیشہ ظاہر کیا۔

اور مذکورہ بالا مسلم کی حدیث کی شرح کرتے ہوئے امام نووی رقمطراز ہیں:

((فيه تعزير المعترض على السنة والمعارض لها برايه وفيه تعزير الوالد ولده وان كان كبيرا))[1]

[1] شرح مسلم للنووی تحت هذا الحديث.

''اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جو آدمی سنت پر اعتراض کرے اور اپنی رائے سے اس کے برعکس کوئی بات کرے تو اسے سزا دی جا سکتی ہے۔''

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ والد اپنے بیٹے کو سزا دے سکتا ہے چاہے وہ بڑا ہی کیوں نہ ہو۔

لہٰذا رسول اللہ ﷺ کے فرامین اور سنن کی مخالفت نہ کی جائے بلکہ ہو بہو پیروی کی جائے۔

چھٹا حق:......''ترک احداث'' بدعات کو چھوڑ دینا:

رسول کریم ﷺ نے جو دین لوگوں کے سامنے پیش کیا اس میں عقائد و اعمال کا مکمل نمونہ موجود ہے، جس کو اختیار کرنے سے دنیا و آخرت کی کامیابیاں و کامرانیاں مل سکتی ہیں، اس کے علاوہ کسی اور دین کو اختیار کرنے سے دنیوی اور اُخروی کامیابی خام خیالی ہے، ارشادِ باری

تعالیٰ ہے:

اتباع رسول ہی میں کامیابی ہے:

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۝﴾ (آل عمران: ۸۵)

''جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا۔''

اور یہ طے ہے کہ دین اسلام کی تکمیل نبی کریم ﷺ کی حیاۃِ مبارکہ ہی میں ہوگئی تھی جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۝﴾ (المائدة: ۵)

''آج میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہوگیا۔''

اور پھر اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

((تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَاتَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّتِيْ .))[1]

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں، جب تک تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے (عمل پیرا رہو گے) ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میری سنت۔''

بدعتی ایمان کھوٹا ہوتا ہے:

اب اس دین کے احکام و مسائل میں کسی قسم کا ردوبدل اور ترمیم واضافہ نہیں ہوسکتا، بلکہ غلبۂ دین حصول رضائے الٰہی اور گمراہی سے بچنے کے لیے اسی دین میں مکمل مواد موجود ہے،

اس کے بعد بھی اگر کوئی بے نصیب یہ سمجھتا ہے کہ اس میں اپنی طرف سے ترمیم واضافہ کی گنجائش ہے اور کچھ مسائل واحکام باقی ہیں جن کے بارے میں اپنی طرف سے نیکی اور بدی کا کوئی معیار اور کسوٹی تراشنے کی ضرورت ہے تو گویا اس نے باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ نعوذ باللہ رسول مقبول ﷺ نے خیانت کرتے ہوئے دین اسلام کو مکمل طور پر بیان نہیں کیا، جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((مَنِ ابْتَدَعَ فِي الإِسْلَامِ بِدْعَةً يَرَاهَا حَسَنَةً فَقَدْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا خَانَ الرِّسَالَةَ لِأَنَّ اللَّهَ يَقُوْلُ :﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾))[1]

[1] مؤطامالك ، كتاب القدر ،باب النهى عن القول بالقدر، حديث نمبر(٣) ، مستدرك حاكم حديث نمبر (٣٢٣، ٣٢٤)

[2] كتاب الاعتصام للشاطبى (٤٩/١)

''جس نے اسلام میں کوئی بدعت ایجاد کی اور اس کو وہ نیکی خیال کرتا ہے، تو تحقیق اس نے یہ گمان کیا کہ محمد ﷺ نے رسالت میں خیانت کی ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے کہ'' آج کے دن میں نے تم پر تمہارا دین مکمل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت کو مکمل کر دیا اور تمہارے لیے دین اسلام پسند کیا ہے۔''

چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا بھی اس بارے میں ارشاد گرامی ہے:

((اِذَا حَدَّثْتُكُمْ حَدِيْثًا فَلَا تَزِيْدُنَّ عَلَيْهِ .))[1]

''جب میں تم کو کوئی حدیث بیان کروں تو اس پر زیادہ نہ کرو (یعنی اپنی طرف سے زیادتی نہ کرو)''

لہٰذا نبی اکرم ﷺ نے جس طرح اپنی امت کو تعلیمات دیں، بعینہ اسی طرح ان کو بغیر کسی اضافہ اور ترمیم کے قبول کرنے کا نام اسلام ہے، جیسا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ سے مروی اس حدیث

سے بھی ثابت ہوتا ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَاتَرَكْتُ شَيْئًا مِمَّا اَمَرَكُمُ اللّٰهُ بِهِ إِلَّا وَقَدْ أَمَرْتُكُمْ بِهِ وَلَا شَيْئًا مِمَّا نَهَاكُمْ عَنْهُ إِلَّا وَقَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ .))[1]

''اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا تم کو حکم دیا ہے میں نے اس کو نہیں چھوڑا مگر میں نے بھی اس کا تم کو حکم دیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے تم کو کسی بھی چیز سے منع نہیں کیا لیکن تحقیق میں نے بھی تم کو اس سے روک دیا ہے۔''

آپ ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا:

((اِنِّیْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى مِثْلِ الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا لَايَزِيْغُ عَنْهَا

[1] مسند احمد رقم ۱۹۶۱۸

[2] سنن البیهقی ۷۶/۷

بَعْدِیْ إِلَّا هَالِكٌ))[1]

''میں نے تم کو ایسی سفیدی (روشنی) کی مثل پر چھوڑا ہے کہ جس کی رات بھی اس کے دن کی طرح ہے میرے بعد صرف ہلاک (گمراہ) ہونے والا ہی اس سے کج روی اختیار کرے گا۔''

یہ ہلاکت کی نوید اس لیے سنائی گئی ہے کہ مبتدع اللہ تعالیٰ کے دین میں بدعت ایجاد کر کے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا شریک وسہیم بناتا ہے کیونکہ شریعت کو اللہ تعالیٰ نے وضع فرمایا ہے، اور اگر کوئی خود تشریع (قانون سازی) کرتا ہے تو وہ اللہ کے حق میں اپنے تئیں شریک کرتا ہے، اسی لیے تو امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

((مَنِ اسْتَحْسَنَ فَقَدْ شَرَّعَ .))[2]

''جس نے اچھائی کو طلب کیا پس تحقیق اس نے شریعت بنائی۔''

لہٰذا دین کو من وعن قبول کرنے کا نام اسلام ہے اس میں کسی قسم کی لفظی ومعنوی تبدیلی کی

اجازت نہیں دی جاسکتی ، نبی اکرم ﷺ کا وہ فرمان یاد فرمائیں جس میں آپ ﷺ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو ایک لفظ کی تبدیلی سے بھی روک دیا تھا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تو اپنے بستر پر آنے لگے تو نماز کے وضو کی طرح وضو کرلے، پھر اپنے دائیں پہلو پر لیٹ کر یہ (دعا) پڑھو:

((اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ وَجْهِیْ إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَيْكَ وَالْجَاْتُ ظَهْرِیْ إِلَيْكَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً اِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَامَنْجَاءَ مِنْكَ إِلَّا اِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكِ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ.))

''اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تیرے لیے مطیع کردیا، اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کردیا، اور میں نے تیری طرف رغبت کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے تجھے پشت پناہ بنایا، تیرے عذاب سے بچ کر جانے کی کوئی پناہ گاہ اور ٹھکانا نہیں، سوائے تیرے دامن رحمت کے میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی اور تیرے نبی پر جسے تو نے مبعوث کیا۔''

آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اس رات فوت ہوگیا تو تُو فطرتِ اسلام پر ہوگا، اور ان کلمات کو اپنے آخری کلمات بنا۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس کے بعد میں نے ان کلمات کو رسول اللہ ﷺ پر دھرایا تو ((اَللّٰهُمَّ أٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَرَسُوْلِكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ)) کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((وَنَبِيِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ)) کہو۔[1]

لہٰذا ہمیں ہر دینی معاملہ میں رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کو کامل و مکمل تسلیم

[1] سنن ابن ماجه حديث نمبر(٤٣) مسند احمد (١٧١٢٤) كتاب السنة لابن ابی عاصم : (٣٣، ٤٨، ٥٦) مستدرك الحاكم (٩٦/١)

[2] الاحكام للامدی (١٣٦/٢) المستصفی الغزالی (٢٧٤/١)

کرنا چاہیے۔ بعض اپنی بدعات کو رواج دینے کے لیے کہہ دیتے ہیں کہ کیا حرج ہے یہ بھی تو نیکی کے کام ہیں، حالانکہ نیکی تمام کی تمام شریعت اسلامیہ میں واضح ہو چکی ہے، یاد رہے کہ کسی بدعت سے منع کرنے پر جب لوگ یہ الفاظ کہتے ہیں کہ کیا حرج ہے تو یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے اس صورت میں اگر نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طرز عمل کو اپنا لیں تو یہ وسوسہ ختم ہو جاتا ہے آپ ﷺ کا طرزِ عمل ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ إِلَى بُيُوْتِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْأَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيْ ﷺ فَلَمَّا أُخْبِرُوْا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا فَقَالُوْا وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَدْ غُفِرَلَهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَاتَأَخَّرَ قَالَ اَحَدُهُمْ اَمَّاأَنَا فَاَنَا أُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا وَقَالَ آخَرُ أَنَا اَصُوْمُ الدَّهْرُ وَلاَ اُفْطِرُ

❶ صحيح بخاري، كتاب الوضوء، باب فضل من بات على الوضوء (٢٤٧)

وَقَالَ آخَرُاَنَا اَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلاَ اَتَزَوَّجُ اَبَداً فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اَنْتُمُ الَّذِيْنَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَاكُمْ لَهُ لَكِنِّيْ أَصُوْمُ وَأُفْطِرُ وَأُصَلِيْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ .))❶

''تین حضرات (علی، عبداللہ بن عمرو بن عاص، عثمان بن مظعون) نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف آپ کی عبادت کے متعلق پوچھنے آئے، جب انہیں آپ ﷺ کا عمل بتایا گیا تو جیسے انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا آنحضرت ﷺ سے کیا مقابلہ! آپ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کر دیں گئی ہیں، ان میں سے ایک نے کہا کہ آج سے میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا، دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور کبھی ناغہ نہیں

ہونے دوں گا، تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے جدائی اختیار کرلوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا، پھر آنحضرت ﷺ اُن کے پاس تشریف لائے اوران سے پوچھا کیا تم نے ہی یہ باتیں کہی ہیں؟ سن لو! اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ سے میں تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں، اور میں تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں لیکن میں اگر روزے رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا رہتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں (رات میں) سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ میرے طریقے سے جس نے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔''

اس حدیث کو پڑھ کر غور فرمائیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو نماز، روزہ اور شب بیداری کے متعلق کونسا طرزِ عمل دیا ہے حالانکہ یہ تمام عبادات کرنے والے یہ بھی تو کہہ سکتے تھے کہ کیا حرج ہے؟ اس میں سب سے بڑا حرج یہ ہے جو کیفیت وہ لوگ اختیار کر رہے تھے وہ

❶ صحیح بخاری کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح حدیث نمبر (٥٠٦٣)

رسول اکرم ﷺ کے عمل سے ثابت نہیں ہے۔

اسی طرح حضرت عمرو بن سلمہ سے مروی ہے کہ:

''ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر صبح کی نماز سے قبل جمع ہوتے تھے۔ جب آپ نکلتے تو ہم آپ کے ساتھ مسجد کی طرف جاتے، ایک دن حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آئے اور ان کے نکلنے پر فرمایا اے ابوعبدالرحمان! میں نے ابھی ابھی مسجد میں عجیب وغریب چیز دیکھی ہے اور الحمدللہ خیر ہی دیکھی ہو آپ نے فرمایا وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا اگر آپ زندہ رہے تو ابھی دیکھ لیں گے۔''

کہا! میں نے مسجد میں کچھ لوگوں کو حلقے بنائے ہوئے دیکھا وہ نماز کا انتظار کر رہے تھے، اوران کے ہاتھوں میں کنکریاں تھیں، ہر حلقہ میں ایک آدمی انہیں کہتا ہے '' اَللّٰهُ اَكْبَرُ '' سومرتبہ

کہو، تو وہ سو مرتبہ " اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کہتے ہیں، پھر وہ کہتا ہے کہ سو مرتبہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہو تو وہ سو مرتبہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہتے ہیں اور وہ کہتا ہے کہ سو مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ" کہو تو وہ سو مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ" کہتے ہیں۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تو نے انہیں کیا کہا ہے؟ فرمایا! میں تو آپ کے حکم اور رائے کا انتظار کر رہا ہوں اور انہیں کچھ نہیں کہا فرمایا: کیا تو نے انہیں حکم نہیں دیا کہ وہ اپنی برائیاں شمار کریں اور اپنی نیکیوں کو ضائع نہ کریں۔ پھر وہ چلے اور ہم بھی ان کے ساتھ چلے یہاں تک کہ وہ ان حلقوں میں سے ایک حلقہ کے پاس آئے، اور ان کے پاس کھڑے ہوئے، پس ان سے کہا! میں تمہیں کیا کرتے دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے کہا! اے ابوعبدالرحمان کنکریاں ہیں کہ ہم ان پر "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" اور "سُبْحَانَ اللّٰهِ" گنتے ہیں۔

فرمایا: پس تم اپنی برائیاں شمار کرو، میں ضامن ہوں کہ تمہاری نیکیاں ضائع نہ ہوں گی، اے امت محمدیہ! تمہارے لیے افسوس ہے، کتنی جلدی تم ہلاک ہونے والے ہو۔ تمہارے نبی ﷺ کے بہت سارے صحابہ موجود ہیں، اور یہ آپ کے کپڑے ہیں جو ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے، اور آپ کے برتن ابھی تک نہیں ٹوٹے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یقیناً تم ایسے دین پر چلنا چاہتے ہو جو محمد ﷺ کی ملت سے بھی زیادہ ہدایت والا ہے یا تم گمراہی کا دروازہ کھول رہے ہو۔ انہوں نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! ہم نے تو بھلائی کا ارادہ ہی کیا ہے۔

فرمایا: کتنے ہی لوگ بھلائی کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ اس کو پہنچ نہیں سکتے (یعنی وہ بظاہر تو بھلائی کا کام کرتے ہیں لیکن درحقیقت وہ بھلائی نہیں ہوتی)، یقیناً رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بیان کیا کہ ایسی قوم بھی ہوگی جو قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا، اور اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں کہ شاید ان کے اکثر تمہیں سے ہوں، پھر ان سے پھرے۔

عمرو بن سلمۃ فرماتے ہیں: ہم نے دیکھا کہ ان حلقوں والے اکثر لوگ نہروان کے دن

خوارج کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف تیر اندازی کر رہے تھے۔ ❶

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گھروں نماز ادا کرنے والوں کو کچھ اس طرح تنبیہ فرماتے ہیں:

((ویعمری لو ان کلکم صلی فی بیته بسترکتم سنة نبیکم ولو ترکتم سنة نبیکم لضللتم)) ❶

❶ ابن ماجه ابواب المساجد و الجماعات باب المشی انی الصلوة رقم: ۷۷۷ واحمد ۳۸۲/۱ و ٤١٤، ٤١٥ صحیح.

''میری زندگی کی قسم! اگر تم سب گھروں میں نماز پڑھنے لگو تو اپنے نبی ﷺ کی سنت چھوڑ بیٹھو گے اور اگر تم نے اپنے نبی ﷺ کی سنت چھوڑ دی تو یقیناً گمراہ ہو جاؤ گے۔''

اپنی طرف سے دین میں اضافہ کر کے ''کیا حرج ہے'' کہنے والے اس واقعہ سے بھی عبرت پکڑیں کہ اپنی طرف سے دین میں زیادتی اور کمی کرنا کتنا خطرناک فعل ہے۔

مزید برآں سنن دارمی کے مقدمہ میں اسی قبیل کے کئی واقعات وآثار موجود ہیں۔

بدعی اعمال اللہ کے ہاں مردود ہیں:

رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَیْسَ عَلَیْهِ أَمْرُنَا فَهُوَرَدٌّ .)) ❷

''جس نے کوئی بھی ایسا کام کیا جس پر ہمارا حکم نہیں پس وہ کام مردود ہے۔''

صحیح بخاری میں یہی روایت ان الفاظ سے مروی ہے

((مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا مَالَیْسَ فِیْهِ فَهُوَرَدٌّ .)) ❸

❶ سنن دارمی رقم (٢١٠) ومجمع الزوائد رقم (٨٦٣)

❷ صحیح مسلم کتاب الأقضیة باب نقض الأحکام الباطلة ورد محدثات الامورحدیث نمبر(٤٤٩٣)

❸ صحیح بخاری حدیث رقم (۲۶۹۷)

''جس نے ہمارے دین (اسلام) میں (اپنی طرف سے) کوئی نئی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں، تو وہ مردود ہے۔''

امام بغوی رحمہ اللہ نے اس کے الفاظ یوں بیان فرمائے ہیں:

((مَنْ اَحْدَثَ فِیْ دِیْنِنَامَالَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ .))❶

''جس نے ہمارے اس دین (اسلام) میں (اپنی طرف سے) کوئی نئی بات ایجاد کی جو اس سے نہیں، تو وہ مردود ہے۔''

بلکہ دین میں بدعت ایجاد کرنے والے شخص پر دن رات اللہ تعالیٰ کی لعنتیں اور پھٹکاریں برستی ہیں، رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے۔

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اَحْدَثَ فِی اَلْاِسْلَامِ حَدثاً .))❷

''اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت فرمائے جس نے اسلام میں کوئی نئی بات ایجاد کی۔''

بدعتی کی توبہ قبول نہیں جب تک بدعت کو نہ چھوڑے:

یاد رہے کہ چور، ڈکیت اور زانی وغیرہ راہ راست پر آسکتے ہیں۔ لیکن بدعتی نہ تو راہِ راست پر آتا ہے اور نہ ہی اسے توبہ کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ حَجَبَ التَّوْبَةَ عَنْ كُلِّ صَاحِبِ بِدْعَةٍ .))❸

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی سے توبہ کو روک رکھا ہے۔''

کیونکہ بدعتی اپنے عمل بدعت کو ثواب سمجھ کر کرتا ہے اور ثواب کے کام سے توبہ کیسے کی جاسکتی ہے؟ حالانکہ بدعت خواہ کتنی ہی اچھی اور بھلی معلوم ہو وہ بدعت ہی ہوتی ہے جو بتدریج آگ میں لے جاتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَ إِنْ رَاٰهَا النَّاسُ حَسَنَة .))❹

❶ شرح السنة باب رد البدع والأهواء رقم (۱۰۳) ❷ مسند الربیع رقم(۳۷۲)
❸ المعجم الأوسط للطبرانی رقم (۲۸۱/۳) ❹ ذم الکلام رقم: ۲۷٦

''ہر بدعت گمراہی ہے، اگرچہ لوگ اسے اچھا ہی سمجھیں۔''

بدعتی کی حمایت کرنے والا لعنتی ہے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ:

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ سَرَقَ مَنَارَ الْأَرْضِ وَلَعَنَ اللّٰه مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ أٰوٰى مُحْدِثاً .))❶

''اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر لعنت کی جس نے غیر اللہ کے نام پر جانور کو ذبح کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر لعنت کی جو زمین کی نشانات چرائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر لعنت کی جو اپنے والدین کو لعنت کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر لعنت کی جس نے بدعتی کو جگہ دی۔''

بدعت جاری کرنے والے پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے:

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مِنْ كَذَا إِلٰى كَذَا لَايُقْطَعُ شَجَرُهَا وَلَايُحْدَثُ فِيْهَا حَدَثٌ مَنْ أَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ .))❷

''مدینہ حرمت والا ہے فلاں جگہ (عیر) سے فلاں جگہ (ثور) تک۔ اس علاقہ کا درخت نہیں کاٹا جائے گا، جس نے اس کی حدود میں کوئی نئی بات پیدا کی اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔''

بدعتی کی فرضی ونفلی عبادات قبول نہ ہوں گی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مدینہ کے بارے میں اسی طرح ایک حدیث مروی ہے جس کے الفاظ یوں ہیں کہ:

((مَنْ اَحْدَثَ فِیْهَا حَدَثاً أَوْ أٰوٰی فِیْهَا مُحْدِثًا فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلائِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ، لَایُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَاعَدْلٌ.))[1]

''پس اس میں جوکوئی نئی بات نکالے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے اس سے فرض یا نفل عبادت قبول نہیں کی جائے گی۔''

لہٰذا اس دین پر کوئی اضافہ نہ کیا جائے یہ بھی رسول اللہ ﷺ کا حق ہے۔

قارئین کرام! آپ سوچ رہے ہوں گے کہ وہ بدعت آخر ہے کیا؟ جس کی اتنی نحوستیں ہیں کہ شمار بھی نہ کی جاسکتیں ہوں حتیٰ کہ بدعت کو تو توبہ کی بھی توفیق حاصل نہیں ہوتی کیونکہ وہ بدعت کو گناہ یا برائی یا مخالفت شریعت کام سمجھتا ہی نہیں تو اس کو چھوڑے کیوں جیسا کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((ولهذا قال طائفة من السلف، منهم الشوری، البدعة احب الی ابلیس من المعصة، لان المعصیة بتاب منها، والبدعة لا بیتاب منها، وهذ معنی ماروی عن طائفة انهم قالوا! ان الله جحر التوبة علی کل صاحب بدعة بمعنی انه لا یتوب

---

[1] صحیح مسلم کتاب الاضاحی ،باب تحریم الذبح لغیرالله (۱۹۷۸). مسند احمد (۹۵۳) شرح السنة (۱۱/۲۲٦) سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب ذبح لغیر الله عزوجل (٤٤٣٤).

[2] صحیح بخاری، رقم(۱۸٦۷) وصحیح مسلم رقم(۳۳۳۰)

منها، لانه يحسب انه على هدى[1] وقال فى موضع آخر ومعنى قومهم ان البدعة لا يتاب منها ان المبتدع الذى ينتخذ دينا لم يشرعه الله ولا رسوله، قد زين له سوء عمله قراء ه حسنا، فهو لا يتوب ما دام يراه حسنا))[2]

[1] مجموع فتاوى: ج١١ ص ١٨٤.

[2] مجموع الفتاوى ج ١٠/ ٩.

(مذکورہ بالا عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ) سلف صالحین کی ایک جماعت وگروہ جن میں سفیان ثوری رحمہ اللہ بھی ہیں کا کہنا ہے کہ شیطان گناہ سے زیادہ بدعت کو پسند کرتا ہے کیونکہ گناہ گار تو گناہ کو گناہ سمجھ کر توبہ کر لیتا ہے لیکن بدعتی تو ایک ایسے عمل کو دین بنائے ہوئے ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول نے دین نہیں بتایا لیکن بدعتی اپنے اس عمل کو دین سمجھ کر الٹا اللہ سے اجر و ثواب کی امید وآس لگائے بیٹھا ہوتا ہے تو وہ کیسے توبہ کرے۔

جس طرح کہ رب تعالیٰ نے اپنے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًاؕ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا﴾

(الكهف: ١٠٣ـ ١٠٤)

''کہہ دیجئے! کیا ہم تمہیں اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارہ پانے والے (لوگوں کے متعلق نہ) بتائیں جن کی دنیاوی زندگی کی تمام تر کوششیں بیکار ہوگئیں اور اس گمان میں رہے کہ وہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کے متعلق فرماتے ہیں:

((انما هى عامة فى كل من عبدالله على غير طريقة مرضية يحسب انه مصيب فيها، وان عمله مقبول او هو منحطى

وعمله سرد ود......))[1]

[1] ج ٤ ص ٢٥٠.

یہ آیت کریمہ عام ہے اور ہر وہ شخص اس کا مصداق ہے جو غیر پسندیدہ (یعنی غیر و مشروع) طریقے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور گمان یہ کرے کہ وہ درست اور اس کا عمل مقبول ہے، حالانکہ وہ خطا کار ہے اور اس کا عمل مردود ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌo عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌo تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةًo﴾

(الغاشية: ٢ـ٤)

''اس روز بہت سے چہرے ذلیل ہوں گے سخت محنت کرنے والے تھکے ماندے، دہکتی آگ میں داخل ہوں گے۔''

مطلب واضح وروشن ہوگیا کہ جو بھی عمل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے طریقہ وفرمان پر پورا نہیں اترتا وہ رائیگاں وضائع وبیکار اور مردود ہے۔

چاہے وہ کام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کے نام پر ہی کیوں نہ انجام دیا جاتا ہے۔

اب آیئے پہلے بدعت کی تعریف اور اس کے بعد چند ایسے کام جو کیے تو محبت رسول ﷺ کے نام پر جاتے ہیں لیکن ان کا نہ تو رسول اللہ ﷺ سے کوئی ثبوت وتعلق ہوتا ہے اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین عظام رحمہم اللہ کا ان سے کوئی واسطہ۔

بدعت کی تعریف:

اس شجر بے ثمر اور برگ بے سایہ اور ہلاکت خیز سراب کی علماء نے مختلف تعریفات ذکر فرمائی ہیں جن کو ذیل میں ہم ہدیہ قارئین کرتے ہیں:

۱۔ علامہ وحیدالزمان فرماتے ہیں:

اور قول محقق یہ ہے کہ بدعت لغوی کی دو قسمیں ہیں حسنہ اور سیئہ لیکن بدعت شرعی ہمیشہ

سیئہ ہوتی ہے جسے حدیث میں ہے کل بدعة ضلالة . [1]

[1] لغات الحدیث کتاب لادب مادہ بدع ج۱ ص۳۰.

۲۔ مولانا محمد صدیق حنفی بریلوی لکھتے ہیں:

(بدعت) دین میں جو نیا کام بغرض ثواب جاری کیا جائے۔

۳۔ علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

((والبدعة الحدث وما ابتدع من الدين بعد الاكمال)) [1]

[1] لسان العرب ۸/۶.

''یعنی بدعت ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جو تکمیل دین کے بعد نکالی گئی ہو۔''

۴۔ علامہ ابن الاثیر رحمہ اللہ

اپنی مایہ ناز کتاب البدایہ والنہایہ میں رقمطراز ہیں:

((كل محدثة بدعة وانما يريد ما خالف اصول الشريعة ولم يوافق السنه))

کہ حدیث مبارکہ کل محدثۃ بدعۃ کا معنی یہ ہے کہ جو چیز اصول شریعت کے خلاف ہو اور سنت مصطفیٰ ﷺ کے موافق نہ ہو۔''

ان کے علاوہ بھی جتنے بھی علماء نے اس پر بحث کی ہے ان سب نے تقریباً یہی معنی بیان کیا ہے۔

اب قارئین کرام! آپ فیصلہ فرما چکے ہوں گے کہ یہ آپ مسموم ایمان کی فصل کو کسی بھی طرح موافق نہیں آ سکتا بلکہ یہ تو بادسموم کی طرح ایمان کی نکلتی کونپلوں کو بھی جلا ڈالی گی۔

آیئے چند ایک ایسی بدعات کا تذکرہ کرتے ہیں جو ان تعریفات پر پوری اترتی ہیں۔

۱۔ جشن عید میلاد النبی ﷺ:

انسانی تجربات یہ بتاتے ہیں کہ اگر علما خلاق سے عاری ہو تو ڈاکو کا خنجر بنا جاتا ہے۔ محبت

اطاعت سے دور ہو تو محبت نہیں رہتی بلکہ گستاخی کا روپ دھار لیتی ہے۔

یہ تو بات ہے عام انسانوں کی محبت کی مگر یہاں تو امام الانبیاء، فخر الرسل، سرور کونین، ہادی اعظم، رسول ثقلین کی محبت کی بات ہے تو رسول اللہ ﷺ کی محبت فرض ہے۔ ایمان ہے، جزو دین ہے، اس وقت تک کوئی بندہ مومن نہیں بن سکتا جب تک وہ دل وجان، ماں باپ، اولاد اور عزیز و اقارب بلکہ تمام جہان والوں سے زیادہ محبت رسول اللہ ﷺ سے نہ رکھے تب تک وہ مومن نہیں ہوسکتا۔

جس دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت نہ وہ دل کفر کا گڑھ ہے۔

ثابت ہوا محبت ایمان ہے اور ایمان صحابہ جیسا قابل قبول ہے۔

﴿فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا﴾ (البقرة)

اے جماعت صحابہ اگر دنیا کے لوگ تم جیسا ایمان لے آئیں تو یقیناً یہ ہدایت یافتہ ہیں۔"

محبت عبادت ہے تو عبادت رسول اللہ ﷺ کے طریقہ وتعلیم والی منظور ومقبول ہے تو رسول اللہ ﷺ طریقہ بتلاتے ہیں۔

((لا تطرونی كما اطرت النصاری ابن مريم))[1]

[1] بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب قول الله تعالیٰ واذكر في الكتب مريم رقم: ٣٤٤٥.

مجھ اس طرح نہ بڑھانا جس طرح عیسائیوں نے ابن مریم (عیسیٰ علیہ السلام) کو بڑھایا۔"

یعنی وہ محبت کا رنگ دیا جو عیسیٰ علیہ السلام نے نہ دیا تھا وہ طریقہ اپنایا جو عیسیٰ علیہ السلام نے نہ سکھلایا تھا بلکہ اپنی مرضی کے طریقے ایجاد کیے اور پادریوں نے میلاد عیسیٰ کی خوشی منائی اور عیسائی حکومتوں نے میلاد عیسیٰ علیہ السلام کی چھٹیاں منظور کیں۔

کیا عید میلاد النبی......؟

کیا عید میلاد النبی دین کا حصہ ہے تو ضرور رسول اللہ ﷺ امت کو بتاتے کیونکہ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ﴾ (المائدة: ٦٧)

''اے اللہ کے رسول (ﷺ) جو آپ پر آپ کے رب کی جانب سے نازل ہوا ہے اسے لوگوں تک پہنچا دیجئے، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔''

یعنی اگر جشن میلاد دین ہوتا یا یہ اللہ کا پسندیدہ عمل ہوتا تو اللہ کے رسول ﷺ ضرور اس امت کو بتلاتے۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ۶۳ تریسٹھ سالہ زندگی (جس میں ۲۳ سالہ نبوت کی زندگی بھی شامل ہے) میں ایک بار بھی اس کا حکم تو دور کی بات اس کی خواہش کی اور نہ ہی اس کی طرف کبھی کوئی اشارہ کیا۔

اور اگر......؟

اور اگر یہ رسول اللہ ﷺ کے بعد محبت یا طرز محبت کی بات ہے تو پھر نمونہ ایمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی میں یہ ضرور شامل ہوتی جبکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت ۱۱ سے ۱۳ ہجری ہے اس میں دو مرتبہ دن آیا مگر منایا نہیں گیا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۱۳ تا ۲۴ ہجری کے درمیان ۱۰ مرتبہ آیا مگر منایا نہ گیا۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت ۲۴ تا ۳۵ ہجری میں ۱۱ مرتبہ آیا مگر منایا نہ گیا۔

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت ۳۵ تا ۴۰ ہجری میں ۵ مرتبہ آیا مگر منایا نہ گیا۔

حتیٰ کہ آخری صحابی ۱۱۰ ہجری کو فوت ہوئے مگر کبھی بھی کوئی چراغاں کوئی جلوس نہ نکلا۔

پھر اس کے بعد......؟

پھر اس کے بعد تابعین تبع تابعین ائمہ اربعہ کا دور آیا کیا اس میں یہ دن اس طرح سج سکا؟ آپ جواب دیں گے کہ نہیں جبکہ

آخری تابعی ۱۸۰ ہجری میں فوت ہوتے ہیں، آخری تبع تابعی ۲۲۰ ہجری میں رخصت ہوا یہاں آ کر بھلا وقت ختم ہوگیا جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خير القرون قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم......))

''تمام ادوار میں سے بہترین دور میرا دور ہے پھر ان لوگوں کے جو میرے بعد ہیں (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) پھر ان لوگوں کا جو ان کے بعد ہیں (یعنی تابعین)''

یہ تین ادوار جن کو زبان رسالت ﷺ نے بہترین دور کہا ہے۔

فرمایا اس بدعت شنیعہ سے خالی ہیں۔ پھر پرفتن دور شروع ہوا۔

علامہ مقریزی نے المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والاثار ج ۱ ص ۴۹۰ پر اور ابوالعباس احمد بن علی القلقشندی نے صبح الاعشی فی ضاعۃ الانشاء ۳/ ۴۹۸ پر لکھا ہے کہ

الغرض عید میلاد کے بانی رافضی ہیں۔

اور بریلوی علماء میں سے مولانا غلام رسول سعیدی صاحب اپنی شرح مسلم: ۳/ ۱۷۹ احمد یار گجراتی جاء الحق ص ۲۳۷ پیر کرم شاہ ازہری کے رسالہ ماہنامہ ضیائے حرم دسمبر ۱۹۸۹ ص ۱۹ یہ بات موجود ہے کہ یہ عید (مصنوعہ) ادوار ثلاثہ میں نہیں تھی بلکہ اس کو مظفر الدین ابوسعید کو کبری نامی بادشاہ نے چھٹی صدی ہجری میں شروع کیا تھا۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ

تاریخی حوالہ جات اور تحریرات علماء یہ بناتیں ہیں کہ اس بدعت کے موجد یا تو ظالم فاطمی

باطنی حکمران ہیں یا ہر بے دین قسم کے حکمران ہیں۔

اور اگر کتابوں کی ورق گردانی کرتے ہوئے ہندوستان پر نظر ڈالیں تو ہمیں نسیم حجازی کے روز نامہ اخبار کوہستان کے عید میلاد ایڈیشن میں یہ عقیدہ واضح ہوتا دکھائی دیتا ہے کہ لاہور میں اس کی ابتداء ۵ جولائی ۱۹۳۳ء بمطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۲ ہجری پہلا جلوس نکلتا ہوا نظر آتا ہے۔ اور یہ راز بھی کھلتا ہے کہ کسی علامہ نور بخش توکلی کی کوششوں سے بارہ وفات بارہ میلاد میں تبدیل ہوتا ہے۔

حالانکہ:

حالانکہ سیرت نگاروں کے قلم وفات پر متفق ہیں اور میلاد پر ان کا اختلاف اور اکثر کی رائے ۹ ربیع الاول کی ہے جبکہ بعض کے نزدیک ۱۵ اور کچھ ۸، ۱۰ اور ۱۷ ربیع الاول کو دن مولد مسعود شمار کرتے ہیں۔

جبکہ ہر ایک ذی فہم اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ اجتماعی باتیں اتفاقی ہوتی ہیں اور انفرادی باتوں یا یادداشتوں میں اختلاف ہوتا ہے۔

اور اگر پھر بھی......؟

اور اگر پھر بھی کوئی بضد ہو تو ہم عرض کریں گے کہ پھر میلاد تمام انبیاء کا منانا چاہیے ورنہ نقص ایمان لازم آئے گا۔

کیونکہ فرمان باری تعالیٰ:

﴿قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ مَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۝﴾ (البقرة: ١٣٦)

''(مسلمانوں) کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو (کتاب) ہم پر اتری اس پر اور جو (صحیفے) ابراہیم اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوئے ان پر اور جو (کتابیں) موسیٰ عیسیٰ (علیہما السلام) کو عطا ہوئیں ان پر اور جو پیغمبروں کو ان کے پروردگار کی طرف سے ملیں ان (سب پر ایمان لائے) ہم ان پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اسی اللہ واحد کے فرمانبردار ہیں۔''

یہاں پر قرآن حکیم نے ہمیں اللہ کی طرف سے ایک اصول بتایا ہے کہ واجب الاتباع صرف محمد الرسول اللہ ﷺ ہیں لیکن محبت وعظمت کے لحاظ سے سب برابر ہیں ان میں کوئی فرق کرنا اللہ کے نزدیک کفر ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا o اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًاo﴾ (النساء: ۱۵۰۔ ۱۵۱)

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان ہے اور بعض پر نہیں اور چاہتے ہیں کہ کوئی درمیانی راہ اختیار کریں یقین مانو یہ سب لوگ اصلی اور کافروں کے لیے ہم نے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے''

ان دو آیات سے یہ ظاہر ہوا کہ ہم ہر نبی کا میلاد منائیں۔

پھر میلاد منانے کے لیے ضروری ہے کہ انبیاء کی تعداد معلوم کریں اس کے بعد ہر ایک کا

یوم میلاد معلوم کر کے اس کا میلاد سجائیں۔

سوچئے! کیا پھر ہمارے پاس دوسری عبادات کے لیے کوئی وقت بچے گا؟

ایک عجیب بات:

ایک عجیب بات یہ ہے کہ پاکستان کے عیسائی مسلمانوں کے ساتھ نہ تو بقرہ عید مناتے ہیں اور نہ عیدالفطر لیکن ما شاء اللہ لاہور کے عیسائیوں نے اس سال یعنی ۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۱ ہجری بمطابق ۲۷ فروری ۲۰۱۰ء کو چرچ میں میلاد منایا ہے۔

دیکھئے روزنامہ امت وغیرہ ۱۴ ربیع الاول ۱۴۳۱ ہجری بمطابق ا مارچ ۲۰۱۰ء۔

سوچئے سوچئے پھر سوچئے۔

ساتواں حق:......رسول اللہ ﷺ سے خیر خواہی:

آپ ﷺ کے حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پوری طرح خیر خواہی ہو جس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث ہے جسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں۔

((اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ الدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ قُلْنَا لِمَنْ؟ قَالَ لِلّٰہِ وَلِکِتَابِہٖ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِہِمْ .))[2]

''یقیناً نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا دین خیر خواہی کا نام ہے۔ہم نے کہا کس کے لیے؟ فرمایا اللہ کے لیے اور اس کی کتاب کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور آئمہ مسلمین اور تمام مسلمانوں کے لیے۔''

مولانا سید محمد داؤد غزنوی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''عربی لغت میں نصیحت کا لفظ بڑا جامع ہے، اور اس کے معانی بڑے وسیع ہیں، اسی وسعت کے لحاظ سے معنی سمجھنا چاہیے...... اللہ پاک کے رسول (ﷺ) سے نصیحت

(خیر خواہی) یہ ہے کہ ان پر ایمان خالص ہو۔ ان کی تعظیم دل و جان سے بجالائے۔ ان کی سنت کی پیروی کرے اور آپ ﷺ کے پیغام کی دنیا میں اشاعت کرے......

1 صحیح البخاری کتاب الجزیة، باب ذمه المسلمین و جوارهم واحدة .(٣١٧٢-٣١٧٩) وکتاب فضائل المدینة (١٨٧٠) وکتاب الفرائض (٦٧٥٥) وکتاب الاعتصام بالکتاب والسنة (٧٣٠٠) مسند احمد (٦١٥) صحیح مسلم (٣٣٢٧،٣٣٢٨)

2 صحیح مسلم رقم: (١٩٦)

اس حدیث کو محدثین نے ان چند احادیث میں شمار کیا ہے جن پر فقہ اسلامی کا مدار ہے۔"

آپ ﷺ کا پیغام جسے آپ ﷺ نے دنیا کے سامنے پیش کیا وہ پیغام توحید ہے، بلکہ یہ پیغام تمام انبیاء ورسل کا پیغام ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۝﴾ (سورۃ الانبیاء: ٢٥)

"تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔"

فخر موجودات جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے توحید کی اشاعت وترویج کی خاطر پوری زندگی کھپا دی، اور اس راہ میں آنے والی ہر تکلیف کو برداشت کیا، خصوصی طور پر مکی زندگی کا تو کوئی دن ایسا نہ گذرا ہوگا جو پیارے نبی ﷺ نے راحت وسکون سے گذارا ہو، قرآن کریم آپ ﷺ کا مشن اور پیغام ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا۝﴾ (سورۃ الکھف ١١٠)

"آپ کہہ دیجیے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں (ہاں) میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے تو جسے بھی اپنے پروردگار سے

ملنے کی آرزو ہو اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ﴾

(سورۂ انعام: ۱۹)

''(اے محمد ﷺ) کہہ دیجیے کہ معبود صرف وہ ایک ہی ہے اور بے شک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔''

اسی طرح صحیح ابن حبان اور صحیح ابن خزیمۃ میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی دعوت کا آغاز توحید سے کیا، فرمایا:

((یٰاَیُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا .))[1]

''اے لوگو! لا الہ الا اللہ کا اقرار کرو تم کامیاب ہو جاؤ گے۔''

یہ آپ ﷺ کا مشن ہے اسے روکنے کی کوششیں کی گئیں، آپ کے راستے میں کانٹے بچھائے گئے، پتھر مارے گئے اور کبھی آپ ﷺ کو ساحر، دیوانہ اور مجنون کہا گیا لیکن آپ ﷺ اپنے مشن سے باز نہ آئے اور اس مشن میں کوئی چیز رکاوٹ نہ بنی۔

ایک وقت آپ ﷺ کو لالچ بھی دیا گیا کہ آپ ﷺ کسی خوبصوت عورت سے نکاح کر لیں، مکہ کی بادشاہت لے لیں یا سونے اور چاندی کا تعین کر لیں تمہارے قدموں میں لا کر ڈھیر کر دیں گے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر سورج میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دو تو پھر بھی اللہ کی توحید بیان کرنے سے گریز نہیں کروں گا اور تمہارے بتوں کی تذلیل کرتا رہوں گا، لات بھی جھوٹا ہے، منات بھی جھوٹا ہے، عزّیٰ بھی جھوٹا ہے اور یہ بیت اللہ میں رکھے گئے تین سو ساٹھ بت بھی جھوٹے ہیں، معبود برحق صرف ایک اللہ ہی ہے۔[2]

یہ آپ ﷺ کا مشن تھا، آپ ﷺ کے ساتھ خیرخواہی اور نصیحت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس مشن کو اختیار کیا جائے اور توحید کی دعوت کو عام کرنے کے لیے مختلف ذرائع استعمال میں لائے جائیں، یہ بھی رسول اللہ ﷺ کا حق ہے۔

❶ صحيح ابن حبان رقم (٦٥٦٢) مسند أحمد رقم: (٩١٦٠٢٣)

❷ مختصر سيرت الرسول (ص: ١٨١)

آٹھواں حق:......رسول اللہ ﷺ سے محبت:

آپ ﷺ کے حقوق سے آٹھواں حق آپ ﷺ سے محبت ہے۔ یاد رہے کہ محبت ایک جذبہ ہے کوئی ماڈی شے نہیں کہ اسے ماپ اور تول سکیں، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر کس پیمانے سے ناپیں اور کس کسوٹی سے جانچیں کہ محبت کس سے زیادہ ہے یا کس سے کم؟ اس بات کو قرآن پاک نے بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝﴾

(سوره التوبه: ٢٤)

''آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم انتظار

کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب لے آئے اللہ تعالیٰ فاسقوں کہ ہدایت نہیں دیتا۔''

اس آیت میں یہ نہیں کہا گیا کہ اپنے گھرانے اور اپنے قبیلے کے افراد کو تم عزیز کیوں رکھتے ہو؟ نہ ہی یہ کہا گیا ہے کہ اپنی دولت اور اپنے مکانوں سے تمہیں محبت کیوں ہے؟ بلکہ کہا یہ گیا ہے کہ اگر یہ مال و دولت اور رشتے تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کے رستے میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو تم حلقۂ اطاعت سے باہر ہوئے جاتے ہو۔ یہ ساری چیزیں اپنی اپنی جگہ ضروری ہیں اور ان کی اہمیت و افادیت بھی ناگزیر اور قلوب انسانی میں ان سب کی محبت بھی طبعی ہے لیکن جب بھی اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ اور غیر اللہ کی محبت میں تصادم ہو تو غیر اللہ کو خیر باد کہہ دیا جائے۔

جب تک تمام کائنات اور تمام موجودات سے حضور اقدس ﷺ کی ذات عزیز تر نہ ہو جائے ایمان ناقص و ادھورا ہے۔ احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے اس مضمون کو وضاحت سے بیان فرمایا چنانچہ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ إِلَیْهِ مِنْ اَهْلِهِ وَمَالِهِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ .))[1]

''کوئی بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک اس کو میری محبت، گھر والوں اور مال اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔''

رسول اللہ ﷺ سے اپنی جان سے زیادہ محبت کرنے کی فرضیت پر درج ذیل حدیث شریف دلالت کرتی ہے:

((رَوَی الْاِمَامُ الْبُخَارِیُّ عَنْ عَبْدِاللّٰهُ بْنِ هِشَامٍ رضی اللہ عنہ قَالَ کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ ﷺ وَهُوَآخِذٌ بِیَدِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَأَنْتَ اَحَبُّ إِلَیَّ مِنْ کُلِّ شَیْئٍ إِلَّا نَفْسِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهِ

حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْكَ مِنْ نَفْسِكَ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ فَاِنَّهُ الآنَ وَاللّٰهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ الآنَ یَا عُمَرُ .))[2]

''امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو پکڑے ہوئے تھے تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول آپ مجھے میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔ قسم

[1] صحیح مسلم (رقم: ١٦٨) [2] صحیح بخاری رقم ٣٦٩٤، ٦٦٣٢

ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ حتی کہ میں تیری جان سے بھی زیادہ محبوب ہوجاؤں ،تو عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کہا کہ۔ اللہ کی قسم! اب یقیناً آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں ،تو نبی ﷺ نے فرمایا 'اب' اے عمر رضی اللہ عنہ (بات بنی ہے)''

مذکورہ بالا حدیث میں دیگر باتوں کے علاوہ ایک انتہائی قابل توجہ بات یہ ہے کہ جناب رسول صادق وامین ﷺ نے قسم کھا کر بیان فرمایا کہ ایمان کی تکمیل کے لیے آپ ﷺ کا مومن کو اپنی جان سے زیادہ محبوب وعزیز ہونا ضروری ہے حالانکہ آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی اس قدر رفیع المرتبت ہے کہ آپ قسم نہ بھی کھائیں تب بھی آپ کی ہر بات ٹھیک اور شک وشبہ سے بلند و بالا ہے اور جب آپ کوئی بات قسم کھا کر فرمادیں تو وہ بات کتنی زیادہ پختہ ہوگی کیونکہ معلوم ہے کہ قسم کلام کی پختگی پر دلالت کرتی ہے۔[1]

ہر مسلمان پر فرض ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ اس کے نزدیک اپنے والد اور اولاد سے بھی زیادہ پیارے ہوں درج ذیل حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے:

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهِ لَایُؤْمِنُ اَحْدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَالِدِهِ

وَوَلِدِهِ .))❷

''حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا پس اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم میں سے اس وقت تک کوئی کامل مومن نہیں ہوسکتا حتی کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین اور اولاد سے بھی زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔''

رسول اللہ ﷺ سے ایسی محبت ہوتو حاصل کیا ہوتا ہے؟ اس کے جواب کے لیے

❶ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں ص (۱۰۔۱۴) بحوالہ عمدۃ القاری (۱/۱۴۳)

❷ صحیح بخاری رقم الحدیث (١٤)

صحیح بخاری و مسلم کی مندرجہ ذیل حدیث دیکھیں جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

((ثَلاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلاوَةَ الإيْمَان اَنْ يَكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَاَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَايُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَاَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُوْدَ فِى الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّقْذَفَ فِى النَّارِ .))❶

''تین باتیں جس میں ہوں اس نے ایمان کی لذت اور چاشنی پالی۔ (۱) اللہ اور اس کا رسول اس کی طرف سب سے زیادہ محبوب ہوں (۲) اور وہ کسی سے صرف اللہ کے لیے محبت کرے (۳) اور وہ کفر میں لوٹنا اتنا ہی ناپسند خیال کرے جیسے کہ اس کو آگ میں ڈالا جانا ناپسند ہے۔''

اسی طرح جس شخص نے دنیا میں ایمان کی حالت میں نبی کریم ﷺ سے محبت کی وہ آخرت میں آپ ہی کے ساتھ ہوگا۔ درج ذیل حدیث شریف اس بات کو واضح کرتی ہے، جس کے راوی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، فرماتے ہیں:

((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰه ﷺ فَقَالَ! يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: مَا أَعْدَدْتَ لِلسَّاعَةِ؟ قَالَ: حَبُّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ، قَالَ: فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتِ، قَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَمَا فَرِحْنَا بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَرْحاً أَشَدَّ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ ((فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ)) قَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَأَنَا أُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَأَبَابَكْرٍ وَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰه عَنْهُمَا فَأَرْجُوْا أَنْ أَكُوْنَ مَعَهُمْ وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بَأَعْمَالِهِمْ))[2]

---

[1] صحيح بخاری رقم: (٦٩٤١،١٦). صحيح مسلم رقم: (١٦٥)
[2] صحيح بخاری رقم : (٦١٧١). صحيح مسلم رقم: (٦٧١٣)

ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا تو نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا اللہ اور رسول کی محبت، آپ نے فرمایا: کہ قیامت کے دن تو اپنے محبوب کے ساتھ ہی ہوگا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ ہم کو اسلام قبول کرنے کے بعد سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہوئی کہ ''آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا'' حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ اور اس کے رسول اور ابوبکر وعمر سے محبت رکھتا ہوں، اور مجھے امید ہے کہ میں انہی کے ساتھ ہوں گا اگرچہ میں ان جیسے اعمال نہ کرسکا۔''

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ .))[1]

''آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔''

اب دیکھنا ہے کہ محبت کہتے کس کو ہیں؟ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

((وَحَقِيْقَةُ الْمَحَبَّةِ عِنْدَ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ مِنَ الْمَعْلُوْمَاتِ الَّتِیْ لَاتُحَدُّ، وَإِنَّمَايَعْرِفُهَا مَنْ قَامَتْ بِهِ وِجْدَاناً وَلَايُمْكِنُ التَّعْبِيْرُ عَنْهَا.))[2]

''اہل معرفت کے ہاں محبت ''ایسی معلومات سے ہے جس کی کوئی حد نہیں صرف اس کو وہ جانتا ہے جو وجدانی طور پر اس کو قائم رکھے، اور اس کی تعبیر ممکن ہی نہیں ہے۔''

اور حافظ ابن القیم الجوزیۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((لَا تُحَدُّ الْمَحَبَّةُ بِحَدٍّ أَوْضَحَ مِنْهَا، فَالْحُدُودُلَا تَزِيْدُهَا إِلَّاخِفَاءً وَجَفَاءً فَحَدُّهَاوَجُوْدُهَا وَلَا تُوْصَفُ الْمَحَبَّةُ بِوَصْفٍ أَظْهَرَمِنَ

[1] صحیح بخاری ،رقم: (٦١٧٠) ، صحیح مسلم ،رقم: (٦٧١٨)

[2] فتح الباری (١٠/٤٦٣)

الْمَحَبَّةِ، وَإِنَّمَايَتَكَلَّمُ النَّاسُ فِيْ أَسْبَابِهَا، وَمُوْجِبَاتِهَا، وَعَلَامَاتِهَا، وَشَوَاهِدِهَا، وَثَمَرَاتِهَا، وَأَحْكَامِهَا فَحُدُوْدُهُمْ وَرُسُوْمُهُمْ دَارَتْ عَلٰى هٰذِهِ السِّتَّةِ، وَتَنَوَّعَتْ بِهِمُ الْعِبَارَاتُ وَكَثُرَتْ الاشَارَاتُ، بِحَسْبِ إِدْرَاكِ الشَّخْصِ وَمَقَامِهِ وَحَالِهِ وَملكه لِلْعِبَارَةِ.))[1]

''محبت کی اس سے زیادہ واضح حد نہیں ہے پس اس (محبت) کی تعریفات اس کو پوشیدگی اور جفاء میں ہی زیادہ کریں گی۔ اس کا پایا جانا اس کی حد ہے اور محبت کا محبت کے علاوہ کوئی واضح وصف بیان نہیں کیا جاسکتا۔ لوگوں نے اس کے اسباب، موجبات اور علامات، شواہد، ثمرات اور احکامات کے بارے میں بحث کی ہے۔ ان کی حدود اور رسومات اسی طریقہ پر گھومتی رہی ہیں۔ عبارات اس کے متعلق

مختلف اور اشارات بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔ ہر شخص نے اسے اپنے ادراک کے مطابق، مقام، حال اور ملک کے مطابق تعبیر کیا ہے۔''

چنانچہ نبی کریم ﷺ سے محبت کی علامتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) نبی کریم ﷺ کے دیدار اور صحبت کی شدید تمنا

(۲) نبی کریم ﷺ پر جان و مال نچھاور کرنے کے لیے ہمہ وقت کامل استعداد۔

(۳) نبی کریم ﷺ کے اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب۔

(۴) نبی کریم ﷺ کی سنت کی حمایت و تائید اور آپ پر نازل کردہ شریعت کا دفاع۔

(تفصیل دیکھیں۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں)

(۵) آپ ﷺ کا ذکر کثرت سے کرنا درود و سلام پڑھنا

(۶) آپ ﷺ کے محبوبوں سے محبت اور دشمنوں سے دشمنی

صحابہ کرام کے دل میں رسول اللہ ﷺ کے لیے کتنی محبت تھی؟ ہم چند واقعات بیان کرتے ہیں۔

اس عورت کو یاد کیجیے گا کہ جنگ احد میں اسے اطلاع ملی اللہ کے رسول ﷺ شہید کر دیئے گئے، بے قرار ہو کر گھر سے باہر نکلی۔ راستے میں اسے اطلاع ملی کہ تیرا باپ شہید ہو گیا۔ کہا پرواہ نہیں۔ آگے بڑھی، اطلاع ملی کہ تیرا بھائی شہید ہو گیا، پرواہ نہیں، اللہ کے رسول کا بتاؤ، لوگوں نے کہا وہ خیریت سے ہیں، کہا، جب تک دیکھ نہیں لوں گی اس وقت تک مجھے قرار نہیں آئے گا، اور آگے بڑھی، اللہ کے پیغمبر نظر آ گئے کہتی ہے: ((أَلَا كُلُّ شَيْءٍ خَلَاهُ جَلَلٌ)) یارسول اللہ ﷺ آپ کو دیکھ لیا اب ساری مصیبتیں جھیلنا آسان ہو گئیں، اب نہ باپ کا صدمہ، اور نہ شوہر کا صدمہ، اور نہ بھائی کا صدمہ بس اب آپ کو دیکھ لیا ساری مصیبتیں اور ساری تکلفیں مٹ گئیں۔ [1]

[1] مدارج السالکین (۹/۳)

اللہ کے پیغمبر تھے صحابہ کرام اور صحابیات آپ کی زیارت کرتے ،آپ ﷺ کا انتقال ہوگیا ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جس دن اللہ کے پیغمبر کا انتقال ہوا۔ اس سے تاریک اور سیاہ دن ہم نے نہیں دیکھا، دفن کر کے گھر آئے ، فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انس سے پوچھا کہ تمہارے دل نے کیسے گوارہ کرلیا کہ تم نے پیغمبر کے جسم اطہر پر مٹی ڈال دی۔ [2]

امیر عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں گشت پر ہیں کہ ایک گھر میں چراغ جل رہا ہے، تفتیش کی کہ چراغ کیوں جل رہا ہے؟ آدھی رات گزرگئی اس گھر کے مکین کیوں نہیں سوئے؟ دیکھا کہ ایک بڑھیا تہجد پڑھ رہی ہے اس کی زباں پر جملے آگئے ، کچھ جملے مقفّٰی تھے شعر بن گئے ان سے ایک شعر کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ میں راتوں کو قیام کرتی ہوں، پوری پوری رات قیام میں گزار دیتی ہوں اور جب سحری کا وقت ہوتا ہے تو روتی ہوں اور گڑ گڑاتی ہوں اور میری یہ خواہش ہے اور میری یہ تمنا ہے کاش کوئی مجھے آکر بتا دے کہ میری تمنا پوری ہوسکتی ہے یا کہ نہیں؟ وہ تمنا کیا ہے؟ وہ تمنا یہ ہے کہ کوئی آکر بتا دے کہ قیامت کے دن اپنے پیغمبر کی جھلک

[1] البداية والنهاية: (٤/١) [2] البداية والنهاية: (٥/٢٥٤)

دیکھ پاؤں گی یا نہیں؟ اس جھلک کی خاطر رات کو سوتی نہیں قیام کرتی ہوں اور اللہ سے دعائیں کرتی ہوں اور سحر کے وقت استغفار کرتی ہوں، روتی ہوں، صرف ایک ہی خواہش ہے کہ دنیا کی زندگی میں بار بار اللہ کے پیغمبر کو دیکھوں، اب یہ موقع ختم ہو چکا، اللہ کے پیغمبر انتقال کر گئے قیامت کا دن ہوگا، اللہ کے پیغمبر کا درجہ اونچا ہوگا اور ہمارا درجہ نیچے ہوگا، کاش مجھے موت کی خبر آکر بتا دے کہ تمہاری ان تہجدوں کا اور ان رونے دھونے کا کوئی نتیجہ حاصل ہو جائے گا کیسی محبت؟ ایسی محبت کہ اللہ کے پیغمبر کے دفاع کی خاطر اور نبی اکرم ﷺ کے دین کے دفاع کی خاطر بڑے بڑے صحابہ نے قربانیاں دیں۔ اپنا خون، جان اور مال سب کچھ لٹا دیا، اور کہا جہاں اللہ کے پیغمبر کے پسینے کا قطرہ گرے گا وہاں اپنا خون بہادیں گے اللہ کے پیغمبر کے آگے، اللہ کے پیغمبر کے پیچھے، اللہ کے پیغمبر کے دائیں اور بائیں لڑیں گے۔

جناب رسول کریم ﷺ کے ایک اور سچے محبّ کو دیکھتے ہیں کہ جب بھی اس کے ذہن میں آنحضرت ﷺ کا اور اپنی موت کا تصور آتا ہے تو وہ پریشان ہوجاتا ہے، اس کی پریشانی کا سبب یہ اندیشہ ہے کہ اگر وہ جنت میں داخل ہو بھی گیا تب بھی نبی کریم ﷺ کے چہرہ پر انوار کا دیدار نہ کر سکے گا، کیونکہ آپ تو وہاں حضرات انبیاء کرام کے ساتھ تشریف فرما ہوں گے اور یہ صحابی کہیں نچلے درجے میں ہوگا، اس محبّ صادق کا قصہ امام طبرانی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے بایں الفاظ لکھا ہے:

((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّكَ لَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ وَإِنَّكَ لَأَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ وَلَدِيْ وَإِنِّي لَأَكُوْنَ فِي الْبَيْتِ فَأَذْكُرَكَ فَمَا أَصْبِرْ حَتَّى آتِيَكَ فَأَنْظُرَ إِلَيْكَ وَإِذَا ذَكَرْتُ مَوْتِيْ وَ مَوْتَكَ عَرَفْتُ أَنَّكَ إِذَا دَخَلْتَ الْجَنَّةَ رُفِعْتَ مَعَ النَّبِيِّيْنَ، وَإِنِّيْ إِذَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ خَشِيْتُ أَنْ لَا أَرَاكَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى نَزَلَ جِبْرِئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِهٰذِهِ الْآيَةِ: ﴿ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ ﴾ (النساء: ٦٩).[1]

''ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا! اے اللہ کے رسول! بے شک آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں اور آپ مجھے میری اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں اور بے شک جب میں گھر میں ہوتے ہوئے آپ کو یاد کرتا ہوں تو اس وقت تک میں صبر نہیں کرتا جب تک میں آپ کے پاس آ کر دیکھ نہ لوں، اور جب میں اپنی اور آپ کی موت کو یاد کرتا ہوں تو مجھے یقین ہے۔ کہ آپ تو اس وقت انبیاء کے ساتھ بلند و بالا مقام پر ہوں گے جب آپ جنت میں داخل ہوں گے، اور بے شک میں جنت میں داخل ہوں گا تو مجھے ڈر ہے کہ میں اس وقت

آپ کو نہ دیکھ سکوں گا، تو نبی ﷺ نے اس بات کا جواب اس وقت تک نہیں دیا حتی کہ جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے ''اور جو شخص اللہ کی اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، جیسے نبی اور صدیق الی آخر الآیۃ''

اسی طرح ایک اور محبّ صادق کو فرمائش کرنے کا موقع میسر آتا ہے ان کی فرمائش کیا تھی؟ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ان کی زبانی ہی بیان فرمایا ہے، یہ حضرت ربیعہ بن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ ہیں فرماتے ہیں:

((كُنْتُ أَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَآتِيْه بِوَضُوْءِهِ وَحَاجَتِهِ فَقَالَ لِيْ "سَلْ" فَقُلْتُ: أَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ" قَالَ أَوَغَيْرَ ذٰلِكَ؟ قُلْتُ هُوَذَاكَ. قَالَ فَأَعِنِّيْ عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ.))[2]

[1] طبرانی أوسط رقم (٤٨٠)
[2] صحیح مسلم رقم (١٠٩٤)

''حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس رات گزاری، آپ کی حاجت اور وضو کے لیے پانی لے کر حاضر ہوا، آپ نے فرمایا سوال کر، میں نے کہا کہ جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں، فرمایا اس کے علاوہ؟ میں نے کہا بس یہی ہے، آپ نے فرمایا کہ کثرت سجود سے اپنے نفس پر میری مدد کرو۔''

دیکھیے! محبّ صادق کو فرمائش کا موقع میسر آیا تو بلا تردد جناب رسول اللہ ﷺ کی جنت میں رفاقت کا سوال کیا دوسرے موقع پر پھر اسی فرمائش کو دہرایا۔[1] مال و متاع اور اغراضِ دنیوی کا تصور بھی ذہن میں نہیں آیا۔

محبّ صادق کے دل میں ہمیشہ اس بات کی تڑپ رہتی ہے کہ وہ اپنی جان و مال اپنے

محبوب پر نثار کردے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھئے کہ نبی اکرم ﷺ کی سلامتی کو خطرہ لاحق ہوتا ہے تو آپ کے آنسو نکل آتے ہیں امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں بیان فرماتے ہیں:

((عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ رضی اللہ عنہ فَارْتَحَلْنَا وَالْقَوْمُ يَطْلُبُوْنَا. فَلَمْ يَدْرِكْنَا إِلَّا سُرَاقَهُ بْنِ مَالِكٍ بْنِ جُعْشُمٍ عَلَى فَرَسٍ لَهُ، فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هَذَا الطَّلَبُ قَدْ لَحِقَنَا فَقَالَ "لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" حَتَّى اِذَا دَنَا مِنَّافَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ قَدْرُ رُمْحٍ أَوْ رُمْحَيْنِ أَوْثَلاثَةَ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!هَذَا الطَّلَبُ قَدْ لَحِقَنَا وَبَكَيْتُ قَالَ "لِمَ تَبْكِيْ؟"قَالَ قُلْتُ أَمَا وَاللّٰهِ مَاعَلَى نَفْسِيْ أَبْكِيْ وَلَكِنْ أَبْكِيْ عَلَيْكَ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ! اكْفِنَاهُ بِمَاشِئْتَ فَسَاخَتْ قَوَائِمُ فَرَسِهِ إِلَى بَطْنِهَا فِي اَرْضٍ صَلْدٍ ......الحديث .))[2]

[1] صحیح مسلم رقم (۱۰۹۳) [2] بخاری ،حدیث (۳۶۱۵) مسند احمد بن حنبل رقم (۳)

"حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہم نے ہجرت کا سفر کیا اور قوم ہم کو تلاش کر رہی تھی، ہم کو صرف سراقہ بن مالک اپنے گھوڑے پر ملا، میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ یہ طلب کرنے والا تو ہم کو آملا ہے، پس آپ نے کہا غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے حتی کہ وہ ہمارے قریب ہو گیا، ہمارے اور اس کے درمیان ایک نیزہ یا دو یا تین نیزے کا فاصلہ تھا۔ اس نے کہا، میں نے کہا کہ یہ تو ہم کو آملا ہے اور میں رو پڑا، آپ نے فرمایا کہ کیوں روتا ہے، میں نے کہا اللہ کی قسم اپنے لیے نہیں بلکہ آپ کی خاطر روتا ہوں، ابوبکر کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اس پر بددعا کر دی فرمایا اے اللہ! اس کو جیسے چاہے کافی ہو جا پس اس کے گھوڑے کے گھٹنے پیٹ تک چٹیل زمین

میں دھنس گئے۔''

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب سفر ہجرت میں سراقہ بن مالک جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تعاقب کرتے کرتے ان کے بالکل قریب پہنچ جاتا ہے۔

اسی طرح معرکہ احد میں دیکھئے کہ شہیدانِ احد شہادت سے پہلے آنحضرت پر کس انداز میں فداکاری کا ثبوت دیتے ہیں۔امام نسائی نے اپنی سنن میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے بیان فرمایا ہے کہ ''معرکہ احد میں جب مسلمان بھگدڑ میں منتشر ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف گیارہ انصاری اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم رہ گئے تو مشرک نبی کریم ﷺ کے قریب پہنچ گئے، آپ ﷺ نے نگاہ بلند کرتے ہوئے فرمایا: قوم (مشرکین) کا مقابلہ کون کرے گا؟ حضرت طلحہ بن عبیداللہ نے عرض کیا ''میں'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی جگہ پر رہو، انصار میں سے ایک شخص نے عرض کیا ''میں'' اے اللہ کے رسول۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''تم'' (ٹھیک ہے تم مشرکون کا مقابلہ کرو) اس شخص نے مشرکوں سے لڑائی کی یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔آپ ﷺ نے دیکھا کہ مشرک اسی جگہ ڈٹے ہوئے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ''قوم کا مقابلہ کون کرے گا؟'' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''میں'' آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''تم'' اپنی جگہ پر رہو، ایک انصاری نے عرض کیا ''میں'' آپ ﷺ نے فرمایا ''تم'' (ہاں ٹھیک ہے تم مشرکوں کا مقابلہ کرو)۔ وہ شخص مشرکوں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گیا، نبی اکرم ﷺ اسی طرح فرماتے رہے اور ہر مرتبہ ایک ایک انصاری سامنے آتے اور اپنے پیشرو کی طرح مشرکوں سے لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرما لیتے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ باقی رہ گئے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''قوم (مشرکوں) کا مقابلہ کون کرے گا؟'' حضرت طلحہ نے عرض کیا ''میں'' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے گیارہ انصاریوں کے بقدر لڑائی کی دوران لڑائی ان کے ہاتھ پر وار ہوا اور ان کی انگلیاں کٹ گئیں انہوں نے کہا ''حس'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اگر تو بسم اللہ کہتا تو فرشتے لوگوں

کے سامنے ہی تجھے اٹھا لیتے'' پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو پھیر دیا''[1]

اللہ اکبر! رسول کریم ﷺ سے سچی محبت کرنے والے گیارہ جان نثار آپ ﷺ پر اپنی جانوں کو نچھاور کر دیتے ہیں پھر بارہویں جان نثار آگے بڑھتے ہیں اور ان کی فداکاری کچھ معمولی نہ تھی بلکہ تنہا ان کی فداکاری گیارہ پہلے جان نثاروں کے بقدر تھی۔ ان کا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے شل ہو گیا، امام بخاری حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے بیان فرماتے ہیں کہ انہوں نے کہا ''میں نے طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کا وہ ہاتھ دیکھا جو کہ رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے شل ہو گیا تھا۔[2]

آنحضرت ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے صرف ان کا ہاتھ ہی شل نہ ہوا بلکہ سارا جسم چھلنی ہو گیا ان کے جسم پر کم و بیش ستر زخم آئے۔ امام ابو داؤد طیالسی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ''پھر ہم طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے جو کہ ایک گڑھے میں تھے اور ان کے جسم پر تیر و تلوار کے کم و بیش ستر زخم تھے۔[3]

[1] صحیح سنن نسائی (۲/۶۶۱) [2] صحیح بخاری (۷/۳۵۹)
[3] منحة المعبود فی ترتیب مسند ابی داؤد (۲/۹۹) فتح الباری (۷/۸۲-۸۳)

معرکہ احد کے زخمیوں میں سے ایک اور محبّ صادق کو دیکھتے ہیں کہ ان کے جسم پر تیر، تلوار اور خنجر کے ستر 70 کاری زخم ہیں اور ان کے اسی دار فانی اور اس میں موجود اہل و عیال اور مال و متاع سے جدا ہونے میں چند لمحات باقی ہیں ان آخری لمحات میں انہیں کس بات کی فکر تھی؟

اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لیے امام حاکم کی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے مروی حدیث کا ترجمہ پڑھتے ہیں، حضرت زید فرماتے ہیں:

''معرکۂ احد کے دن رسول اللہ ﷺ نے مجھے سعد بن الربیع کی تلاش میں روانہ کیا اور فرمایا ''اگر سعد مل جائے تو اسے میرا سلام کہنا، اس سے کہنا کہ رسول اللہ ﷺ دریافت کر رہے ہیں تم ''کیسے ہو؟'' حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں

مقتولین میں گھومتے گھومتے ان تک پہنچا تو ان کی زندگی کے آخری سانس باقی تھے اور ان کے جسم پر تیر، تلوار اور نیزے کے ستر زخم تھے میں نے ان سے کہا ''سعد! رسول اللہ ﷺ تجھے سلام کہتے ہیں اور تمہاری کیفیت کے متعلق دریافت فرمارہے ہیں؟'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ''رسول اللہ ﷺ پر سلام اور تجھ پر سلام۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں میری طرف سے عرض کرنا کہ میں جنت کی خوشبو پا رہا ہوں'' اور میری قوم انصار سے کہنا اگر تمہاری زندگی میں رسول اللہ ﷺ تک دشمن پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا'' حضرت زید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر ان کی روح ان کے جسم سے پرواز کر گئی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ [1]

اللہ اکبر! زندگی کے آخری لمحات میں اس سچے محبّ کو کس بات کی فکر دامن گیر تھی؟ انہیں کس بات کا اس وقت سب سے زیادہ اہتمام تھا؟ اس دنیا اور اس میں موجود اہل وعیال اور

[1] مستدرك حاكم رقم (٤٩٥٨)، السير (١/٣١٩)

مال ومتاع سے جدا ہوتے وقت انہوں نے اپنی قوم کو جو وصیت کی؟ جس بات کی انہیں فکر تھی؟ وہ اپنے محبوب اور محبوب رب العالمین کی سلامتی کی فکر تھی۔ اور اپنی قوم کو جو انہوں نے وصیت کی وہ یہی تھی کہ ان کی قوم کا ہر فرد آنحضرت ﷺ کی سلامتی کی خاطر اپنی جان نچھاور کردے۔

مسلمانو! سوچیے کیا ہمارا انداز فکر اور طرز عمل بھی یہی ہے؟ ہمیں کن باتوں کی فکر دامن گیر ہے؟ ہماری کیا فرمائشیں ہیں؟ کیا بہت سی فرمائشیں ایسی نہیں کہ ان کا زبان پر ذکر کرنا بھی ایک مسلمان کے لیے باعث شرم ہے؟

نواں حق :......رسول اللہ ﷺ کی عزت وتعظیم کرنا:

آپ ﷺ کے حقوق میں سے نواں حق یہ ہے کہ آپ ﷺ کی عزت وتعظیم کی جائے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ﴾ (الفتح: ۹)

''اور اس (رسول ﷺ) کی مدد کرو اور اس کا ادب کرو۔''

تعظیم اور ادب کرنے کا معنی یہ ہے کہ آپ کے فرامین، آپ کی سنن، آپ کی ازواج مطہرات، آپ کے اصحاب اور آپ کے شہروں کی آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے تعلق اور اللہ رب العزت کے حکم کی بناء پر تعظیم کی جائے۔ صحابہ کرام نبی اکرم ﷺ کی تعظیم کس طرح کیا کرتے تھے، چند واقعات ملاحظہ فرمائے گا۔

مغیرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ صحابہ کو حضور ﷺ کے در دولت پر دستک کی بھی ضرورت پڑا کرتی تو وہ اپنے ناخنوں کے ساتھ دروازہ کھٹکھٹایا کرتے تھے، ((كَانَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَيَقْرَعُوْنَ بَابَهُ بِالْأَظَافِيْرِ)) [1]

اتنی تعظیم! کوئی صحابی حضور ﷺ کے سامنے ایسی آواز سے نہ بولتا کہ اس کی آواز رسول اللہ ﷺ سے اونچی ہوتی، اس ادب کی تعلیم خود خدائے برتر نے دی تھی

﴿لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ [الحجرات: ۲]

''لوگو! اپنی آواز کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو۔''

ائمہ علام اس حکم کو دوام کے لیے قرار دیتے ہیں۔ حدیث نبوی صوت النبی ﷺ ہے۔ حدیث پاک کے ہوتے اپنی قال و قیل کو پیش کرنا، اپنی رائے اور سمجھ کو شامل کرنا صوت النبی ﷺ پر اپنی صوت کو بلند کرنا ہے، نبی ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح بھی فرمائی ہے۔ جو آپ ﷺ کی تعظیم کرتے ہیں، اور ان آداب کی پابندی کرتے ہیں۔ فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى﴾ (الحجرات: ۳)

''جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی آواز کو پست رکھتے ہیں یہ وہی ہیں جن کے دلوں کا امتحان خدا تعالیٰ نے تقویٰ میں لیا ہے۔''

[1] المدخل للبيهقي رقم: (٦٥٩)

ہجرت کے دن اللہ کے پیغمبر ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ مدینہ میں اکٹھے داخل ہو رہے ہیں، انصار کے بیشتر افراد نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا نہیں تھا، کہ کچھ آنکھیں ابوبکر کو دیکھ رہی ہیں، اور کچھ رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہی ہیں ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ کیفیت دیکھ کر پریشان ہو گئے، اللہ کے رسول ﷺ کی تعظیم کا تقاضا تو یہ ہے کہ آج تمام تر نگاہوں کا مرکز محمد رسول اللہ ﷺ ہوں، چنانچہ حیلہ یہ سوچا کہ اپنے سر سے چدر اتار لی، اور رسول اللہ ﷺ پر سایہ کر دیا، جس سے لوگوں کو یہ تاثر دیا کہ اللہ کے رسول یہ ہیں، اور میں تو ان کا غلام ہوں۔ [1]

اسی طرح حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کو دیکھیے، ان کے بارے میں ہے کہ جب وہ ایمان لائے، ایمان لانے کے بعد اللہ کے رسول ﷺ سے کہتے ہیں ''اب سے کچھ دیر پہلے اس پوری کائنات میں سب سے زیادہ منحوس اور سب سے زیادہ قابل نفرت آپ کا دین تھا، اب سب سے زیادہ محبوب اور پیارا آپ کا دین بن چکا ہے اب سے کچھ دیر پہلے میرے نزدیک سب سے زیادہ منحوس اور سب سے زیادہ قابل نفرت آپ کا چہرہ تھا، اور اب سب سے زیادہ

[1] مختصر سيرة الرسول (ص: ۲۹٦)

قابل محبت آپ کا چہرہ بن چکا ہے، اور اب سے کچھ دیر پہلے اس پوری کائنات میں سب سے زیادہ منحوس اور قابل نفرت آپ کا شہر تھا، اور اب سب سے زیادہ قابل محبت آپ کا شہر مدینہ منورہ بن چکا ہے۔ [1]

یہ آپ ﷺ کی تعظیم کے تقاضے ہیں کہ آپ ﷺ کی بات، سنن، امہات المؤمنین، آپ کی آل، آپ کے صحابہ اور آپ کے شہروں کی تعظیم کی جائے، یہ سب رسول اللہ ﷺ کی تعظیم میں شامل اور داخل ہیں۔ جو کہ آپ ﷺ کا حق ہے۔

اور یہ بات ہر ایک جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے قدم چومنے کی سعادت دو شہروں کو نصیب ہوئی ہے۔

ان میں سے ایک شہر تو وہ ہے جس نے سلسلہ انبیاء کی اہم کڑی (جس کی اولاد سے باہر

نبی نہیں آئے) کی قدم بوسی بھی کی ہے یعنی سیدنا ابراہیم علیہ السلام۔ یہی وہ شہر ہے جہاں آدم و حوا علیہما السلام ملے تھے۔ یہی وہ شہر ہے جہاں اولاد اسماعیل آباد ہوئی۔ یہی وہ وادی غیر ذی زرع جہاں ابراہیم علیہ السلام نے اپنی زوجہ محترمہ کو چھوڑا تھا۔ یہی وہ شہر ہے جس نے نبی آخرالزماں کے بچپن کو دیکھا ہے۔ یہی وہ شہر ہے جہاں وحی کی ابتدا ہوئی تھی۔ یہی وہ شہر جس کے دیکھنے کو ہر دل تڑپتا ہے، آنکھیں ترستی ہیں، ذہن اس کے خیالوں میں ڈوبا رہتا ہے۔ یہ اس کی عظمت ہے اور مدینہ بھی عظمتوں والا ہے لیکن ہم پہلے مکہ معظّمہ کے فضائل کو شروع کرتے ہیں کیونکہ حج کے تمام ارکان مکہ معظّمہ کے اندر ہی ادا کیے جاتے ہیں اور یہ وہ عظیم شہر جس میں اللہ رب العزت نے اپنے آخری نبی امام الہدیٰ، محسن انسانیت محمد الرسول اللہ ﷺ کو اس ہی شہر میں پیدا فرمایا۔ یہ وہ عظیم شہر ہے جس میں بیت اللہ ہے جس کا بانی خلیل اللہ اور مزدور ذبیح اللہ ہیں اور حکم دینے والا اللہ ہے اور اس کا نقشہ بتانے والے بھی خود اللہ ہیں اور وہ کونسان مسلمان ہوگا کہ جس کے دل میں مکہ مکرمہ کی فضیلت نہ ہو اور اس کے دل میں مکہ معظّمہ کے دیکھنے کی تڑپ و جستجو نہ ہو اور یہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہے انہوں نے دعا کی تھی۔

﴿فاجعل افئدة من الناس فهو اليهم﴾

''اے میرے رب! لوگوں کے دلوں کو اہل مکہ کی طرف مائل کر دے۔''

یقیناً مکہ معظّمہ میں خیر ہی خیر ہے یہ وہ پاک سرزمین ہے جو ۱۰ سال تک مہبط وحی رہی اس شہر کی فضیلت کی بڑی دلیل یہ ہے اللہ رب العزۃ نے اپنے کتاب مقدس میں اس بلد حرام کی قسم اٹھائی ہے۔

﴿وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ﴾

﴿لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ﴾

یہ وہ عظیم زمین کا ٹکڑا ہے جس کی طرف آنے کو اللہ رب العزت نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے جو کہ صاحب استطاعت ہو (یعنی حج کے لیے) اور اللہ نے لوگوں پر واجب کیا ہے

چاہے وہ دور کے ہوں یا قریب ہوں جب مکہ مکرمہ حج کے لیے پہنچیں تو سر جھکاتے ہوئے ڈرتے ہیں آج ہی اس کی والدہ نے اس کو جنم دیا ہے، اس سے بڑی فضیلت اور کیا ہو سکتی ہے کہ انسان کی زندگی کے تمام جرائم ومعاصی اللہ رب العزۃ درگذر فرما دے اور جو اس گھر کی طرف آتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا سرٹیفکیٹ دینے کے بغیر راضی نہیں ہوتا۔ نبی ﷺ کا فرمان صحیح بخاری ومسلم کے اندر آپ علیہ السلام نے فرمایا:

((العمرۃ الی العمرۃ کفارۃ لما بینهما والحج المبرور لیس له جزاء الا الجن))

اور اس روئے زمین پر کوئی ایسا ٹکڑا نہیں جس کا طواف کیا جائے سوائے کعبۃ اللہ کے۔

اور اس زمین پر ایسا کوئی ٹکڑا نہیں جس کو بوسہ دیا جائے اور اس کا استلام کیا جائے اور اس زمین پر کوئی ایسی چیز نہیں جو انسانوں کے گناہوں چوس جائے سوائے حجر اسود کے اور اس زمین پر کوئی ایسی جگہ نہیں جس کی طرف بندہ متوجہ ہو کر اپنے رب سے ہم کلام ہو اور مناجات کرے (مناجاۃ سے مراد نماز ہے) سوائے کعبۃ اللہ کے اور صرف یہی عالم اسلام کا قبلہ ہے اور یہ وہ گھر جس کی صفائی کا ذمہ اللہ نے خلیل اللہ وذبیح اللہ کے ذمہ لگایا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ الْعٰكِفِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ﴾

اور اس زمین پر ایسا کوئی ٹکڑا نہیں جس کی طرف قضاء حاجت کے وقت اسقبال واستدبار منع ہو۔ سوائے کعبۃ اللہ کے۔ اور اللہ کی عبادت کے لیے بنایا جانے والا پہلا گھر کعبۃ اللہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ:

﴿اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ﴾

یعنی اللہ کی عبادت کے لیے بنایا جانے والا پہلا گھر مکہ میں ہے۔ اور یہ مبارک شہر ہے

جس میں دنیا کی عظیم مسجد اور دنیا میں بنائی جانے والی سب سے پہلی اور افضل مسجد مسجد الحرام پائی جاتی ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان منقول ہے۔سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں وہ فرماتے ہیں کہ:

((سالت رسول اللهﷺ عن اول مسجد وضع فی الارض؟ فقال المسجد الهرام قلت: ثم اي؟ قال: المسجد الاقصى قلت: کم بینهما؟ قال اربعون عاما))

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام سے سوال کیا زمین پر سب سے پہلی کون سی مسجد بنائی گئی؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: مسجد الحرام۔ کہتے ہیں کہ پھر میں نے پوچھا مسجد الحرام کے بعد کونسی مسجد بنائی گئی؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس کے بعد مسجد اقصیٰ بنائی گئی ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا ان دونوں مسجدوں کے درمیان کتنا عرصہ یا دورانیہ تھا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: چالیس سال۔"

یہ دو عظیم الشان مسجد ہیں جس کے متعلق آپ علیہ السلام نے فرمایا:

((صلاة فی مسجدی هذا افضل من صلاة فیما سواه الا المسجد الحرام وصلاة فی المسجد الحرام افضل من صلاة فی مسجدی هذ بمامة صلاة))[1]

[1] مسند احمد، ابن حبان وصححه ۱۰۲۷.

"یعنی مسجد نبوی میں نماز پڑھنا افضل ہے ایک ہزار مرتبہ اس کے علاوہ مسجد میں نماز پڑھنے سے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا افضل ہے مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے ایک سو مرتبہ۔"

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنے والے کو (۱۰۰۰۰۰) ایک لاکھ نماز

پڑھنے کا اجر وثواب ملے گا عام مساجد کے مقابلہ ہیں۔ اور یہ وہ عظیم الشان مسجد ہے جس کی طرف آپ اجر وثواب کی نیت سے سفر کر سکتے ہیں جس طرح کہ احادیث میں آیا اوس اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے جائے پناہ کہا ہے۔ ﴿وهذا البلد الامين﴾ ﴿ومن دخله كان امنا﴾ ﴿واذ جعلنا البيت مثابة للناس وامنا﴾ اور یہ وہ جگہ ہے جہاں کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ومن سير وفيه بالحاد بظلم تدقه من عذاب اليم﴾

''اور جو شخص بھی مسجد حرام میں از راہ ظلم کسی فتنہ فساد کرنے کا ارادہ بھی کرے گا تو ہم اسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔''

یہاں ایک بات قابل غور ہے کہ شریعت کا فائدہ ہے جب تک بندہ گناہ نہ کرے اس کا مواخذہ نہیں ہوتا لیکن یہ ایسی باعزت ومکرم جگہ ہے کہ اس کے خلاف کوئی بھی انسان کسی بھی سازش کا ارادہ کرتا ہے تو ارادہ کی وجہ سے ہیں اس کا مواخذہ ہوسکتا ہے مثلاً: اصحاب الفیل کے واقعہ میں ہمارے لیے عبرتناک نصیحت ہے۔ جب یمن کا بادشاہ ابرھہ فوج لے کر ہاتھیوں سمیت کعبہ کو گرانے آیا لیکن اللہ نے ان کی پوری کاوشوں کو ناکام ونامراد بنا دیا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کا نقشہ یوں کھینچا:

﴿اَلَمۡ یَجۡعَلۡ کَیۡدَهُمۡ فِیۡ تَضۡلِیۡلٍ﴾

''اے محمد ﷺ کیا تیرے رب نے ان کی تدابیر کو ناکام نہیں بنایا۔''

اور اللہ نے پہنچنے سے پہلے ہی آسمان سے پرندوں کے ذریعے پتھر بسا کر ان کو جہنم واصل کر دیا۔

اس طرح عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیحین کے اندر روایت مروی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

((يغزو جيش الكعبة فاذا كانوا ببيلاء من الارض يخسف باولهم وآخرهم))

''ایک لشکر کعبۃ اللہ سے لڑنے کے لیے نکلے گا جب وہ بیاء مقام پر پہنچیں گے تو ان سب کو زمین میں دھنس لیا جائے گا۔''

یہ تو وہ عظیم شہر ہے جس کی اتنی حرمت ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

((فھو حرام بحرمۃ اللہ تعالی الی یوم القیمۃ))

''یہ اللہ تعالیٰ کی حرمت کے ساتھ حرمت والا ہی رہے گا قیامت کی دیواروں تک۔''

یہ وہ عظیم ہے جس جس میں انسان کو ایذاء پہنچانا تو دور کی بات ہے درختوں کو بھی آپ نہیں ایذاء پہنچا سکتے اور اس طرح آپ یہاں کے جانوروں کو بھی ایذاء نہیں پہنچا سکتے، آپ علیہ السلام نے فرمایا:

((لا یعضو شوکہ ولا ینفر صیدہ))

''مکہ کا کوئی درخت نہیں کاٹا جائے اور نہ اس کا شکار بھگایا جائے۔''

شکار کرنا تو دور کی بات ہے آپ شکار کو حرم سے بھگا کر حرم سے باہر جا کر شکار کریں پھر بھی منع ہے تو ثابت ہوا کہ یہ بلد صرف انسانیت کے لیے امن کی جگہ نہیں بلکہ جانوروں اور درختوں کے لیے بھی مساوی ہے۔

آپ علیہ السلام کو مکہ سے بے حد محبت تھی اور والہانہ عقیدت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ علیہ السلام جب مکہ سے جا رہے تھے مدینہ کی طرف تو آپ حزین درد بھری آواز سے کہہ رہے تھے:

((ما اطیبك من بلد واحبك الی ولو لا ان قومی اخرجونی منك ما سکنك غیری))[1]

[1] ترمذی صححہ الالبانی رحمہ اللہ.

''اے مکہ تیرے سے زیادہ پیارا شہر پوری دنیا میں نہیں اور تیرے سے زیادہ محبوب شہر مجھے کوئی بھی نہیں۔ اے مکہ اگر تیرے باشندے مجھے نکلنے پر مجبور نہیں کرتے تو

میں تجھے چھوڑ کر کسی دوسری زمین میں ہرگز سکونیت پذیر نہیں ہوتا۔''

اس والہانہ محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے دل تو سکون واطمینان دلانے کے لیے ارشاد فرمایا:

﴿ان الذی فرض علیك القرآن لرادك الی معاد﴾

''بیشک وہ ذات جس نے آپ پر قرآن نازل فرمایا آپ کو ضرور اپنے شہر کی طرف لوٹائے گی۔''

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب آپ علیہ السلام مدینہ پہنچ گئے تھے۔ اور کافی وقت گذر گیا تھا۔ اور آپ اپنے پیارے وطن وشہر حرم ابراہیم خلیل اللہ مکان ولادت اور بیت اللہ کو دیکھنے کے لیے ترس رہے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے دل کے اطمینان وسرور کے لیے یہ آیت نازل فرما دی یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا آپ فاتحانہ صورت میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔

اس طرح آپ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے:

((وللہ انك لخير ارفك اللہ واحب ارض اللہ الی اللہ ولو لا انی اخرجت منك ماخرجت))[1]

[1] ترمذی صحیحہ الالبانی رحمہ اللہ.

اللہ کی قسم اے مکہ تم اللہ تعالیٰ کی بہترین اور اس کو سب سے محبوب زمین ہو اگر مجھے تم سے نکالا نہیں جاتا تو میں تجھے کبھی بھی نہیں چھوڑتا۔''

اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی مومن کے لیے لائف نہیں کہ بغیر کسی عذر کے مکہ کو چھوڑ کسی اور شہر میں سکونیت اختیار کر لے۔

مکہ کو جو شرف ملا ہے حقیقتاً ابراہیم خلیل اللہ کی دعا کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے دعا کی تھی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجْنُبْنِيْ وَ بَنِيَّ

اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ﴾

''اے میرے اللہ اس شہر کو امن کا مقام بنا اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت کرنے سے بچا۔''

آگے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے قول حکایۃ کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے دعا کی تھی:

﴿وَ ارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ﴾

''اے میرے اللہ ان کو پھلوں سے رزق دینا تا کہ یہ لوگ شکر ادا کریں۔''

اور یہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہے کہ آج آپ کو وہاں پر پوری دنیا میں اگنے والا پھل ملے گا حقیقتاً ہمارے نبی ﷺ بھی ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ہی نتیجہ ہیں انہوں نے دعا کی:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ﴾

''اے اللہ! ان میں ایک رسول بھیجنا جو ان کی نسل سے ہی ہو۔''

اور مکہ کی فضیلت کی سب سے بڑی یہ دلیل ہے کہ اس کو قرآن مجید کے اندر ام القریٰ کہا گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لتنذر ام القرى ومن حولها﴾

اور ام کی معنی اصل ہے یعنی تمام شہر اس کے فرع ہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ اس جیسا کوئی شہر بھی نہیں جس طرح نبی ﷺ نے سورۃ الفاتحہ کو ام القرآن کہا ہے تو تمام کتب العصیہ میں اس جیسی سورۃ موجود نہیں اور یہ و بابرکت شہر ہے جس میں ایسا پانی موجود ہے جس کے متعلق آپ علیہ السلام نے فرمایا ((ماء زمزم لما شرب له)) کہ ''زمزم کا پانی جس مراد کے لیے پیا جائے وہ مراد پوری ہو جائے گی۔'' اس روایت کو امام دارقطنی نے روایت کیا ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

یہ وہ عظیم بلد ہے جس میں دنیا کا عظیم ہیبت ناک فتنہ جس جیسا فتنہ کسی آنکھ نے سے

دیکھا داخل نہیں ہو سکے گا اور یہ وہ خطیر فتنہ ہے جس سے آپ علیہ السلام ہر نماز میں پناہ پکڑتے تھے اور ڈرتے تھے اور رب سے ہر نماز میں دعا کرتے ((واعوذبك من فتنة المسيح الدجال)) اے میرے رب میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں مسیح دجال کے فتنہ سے۔ یہ وہ فتنہ ہے کہ جس کے متعلق آپ علیہ السلام نے فرمایا: ((انه لم يكن نبى بعد نوح الا قد انذر قومه الدجال وانى اتدركموه))❶ ''بیشک نوح علیہ السلام کے بعد جتنے بھی انبیاء آئے تھے انہوں نے اپنی قوم کو دجال کے فتنہ سے ڈرایا تھا اور میں بھی تمہیں اس فتنہ سے ڈرا رہا ہوں۔'' لیکن دجال کی دجالیت اور فتنہ کی فساد مکہ میں داخل نہیں ہو سکے گی اور اس خبیث کی خباثت سے مکہ مکرمہ پاک رہے گا۔ آپ علیہ السلام کا فرمان ہے:

❶ ترمذی.

((ليس من بلد الا سيطوه الدجال الا مكة والمدينة))❶

❶ بخاری.

''دجال دنیا کے ہر شہر میں جائے گا علاوہ مکہ و مدینہ کے۔''

فضیلۃ مدینۃ الرسول ﷺ:

کون ایسا مسلمان ہوگا جس کے دل میں ہر وقت ہر لمحہ مدینہ منورہ کا شوق اور اس کے دیدار کا جزبہ نہ ہو یقیناً ہر مومن کا دل ہر لمحہ مدینہ الرسول کے محبت سے معمور رہتا ہے۔ اور مدینہ منورہ ہر مسلمان کو روئے ارض کے تمام مقامات سے محبوب ترین ہے یہ وہ جگہ ہے جس نے آپ علیہ السلام کو ٹھکانہ مہیا کیا جب مکہ والوں نے نکال دیا، یہ وہ جگہ جس نے آپ کی دعوت کو پھلایا جب اہل مکہ نے دعوت پھیلانے سے روک دیا اور یہ وہ مقام ہے جس نے اپ کے دین کی نصرت کی جب اہل مکہ نے مدد سے انکار کر دیا اور مدینہ کے باسیوں نے اپنے جان مال قربان کر کے آپ علیہ السلام کی نصرت کی حتیٰ کہ اللہ نے آپ کو غلبہ عطا کیا اور مدینہ منورہ کی سر زمین وہ ہے جس کے اندر سید ولد آدم محمد الرسول ﷺ کی جسم اطہر موجود ہے اور مدینہ کے

اندر خیر ہی خیر ہے۔

نیز یہ پاکیزگی کا مرکز ہے کیونکہ اس کا ایک نام ''طیبہ'' ہے۔

یعنی پاک جگہ تو یقیناً اس کی سرزمین بھی پاک ہے اس کی فضا بھی پاک ہے اور اس کا غلہ بھی پاک ہے اور یہاں کی زندگی بھی پاک ہے اور ان سب سے بڑھ کر جناب محمد الرسول اللہ ﷺ کی پاک مسجد بھی یہاں ہے بلکہ آپ کی آخری پاک آرام گاہ بھی مدینہ منورہ میں موجود ہے۔

مدینہ منورہ کے مناقابت وفضائل بے حد وحساب ہیں شریعت میں اس کو بہت ہی بلند مرتبہ ملا ہے۔

مدینہ منورہ رزق کی فراوانی کا مرکز ہے۔ کیونکہ نبی علیہ السلام نے مدینہ کے لیے دعا فرمائی تھی:

((اللهم بارك لنا فى مدينتنا وبارك لنا فى صاعنا وبارك لنا فى مدنا اللهم ان ابراهيم عبدك وخليلك ونبيك وانى عبدك ونبيك وانه دعاك لمكة وانى ادعوك للمدينة بمثل ما دعاك لمكة و مثله معه))

''اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے پھلوں میں برکت فرما اور ہمارے اس شہر مدینہ میں برکت نازل فرما اور ہمارے غلہ میں برکت فرما۔ اے اللہ! ابراہیم علیہ السلام جو کہ تیرے بندے تیرے خلیل اور تیرے نبی تھے اور میں بھی تیرا بندہ اور نبی ہوں انہوں نے مکہ مکرمہ کے لیے تجھ سے دعا فرمائی تھی میں بھی تجھ سے مدینہ کے لیے ابراہیم علیہ السلام کی برکت کی دعا سے دگنی برکت کی دعا طلب کرتا ہوں''

اس سے ثابت ہوا کہ مکہ سے مدینہ میں دگنی برکت ہے۔ اور مدینہ ایک عظیم الشان حرمت والا شہر ہے جس کو آپ علیہ السلام نے حرمت والا بنایا تھا، آپ علیہ السلام نے فرمایا: ((المدينة حرام ما بين عير ابى ثور فمن احدث فيها حدثا او اوى محدثا فعليه لعنة الله

والملائكة والناس اجمعين لا يقبل منه صرف ولا عدل))[1]

[1] متفق علیه.

''مدینہ عیر پہاڑ سے ثور پہاڑ تک حرم ہے۔ جو شخص اس میں فساد کرے یا کسی فسادی کو ٹھکانہ مہیا کرے اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور سب لوگوں کی طرف سے لعنت ہو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے کوئی فرض ونفل قبول نہیں فرمائیں گے۔''

اس حدیث کی روشنی سے صاف پتا چلا کہ مدینہ منورہ کے جانور درخت قابل احترام ہیں اور اس کے شکار کو خوف زدہ نہ کیا جائے اور اس کا بھی بالکل اس طرح حکم ہے جس طرح حرم مکہ کا جس طرح کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

((ان ابراهيم حرم مكة واني حرمت المدينة))

''بے شک ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اور میں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں۔''

یہ ایک بہت بڑی گستاخی ہے جس کو نبی علیہ السلام حرم قرار دیں ہم اس کو حرم قرار نہ دیں، چنانچہ صحیح مسلم کے اندر حدیث ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا:

((انی احرم ما بين لا بتي المدينة لا يقطع عضاهما او يقتل صيدها))

''بے شک میں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں اور اس کی حدود دو سیاہ پتھروں والے دو میدانوں کے درمیان ہے۔ لہٰذا اس کے درخت نہ کاٹے جائیں اور نہ ہی اس میں شکار کیا جائے۔''

نبی علیہ السلام کو مدینہ منورہ سے بے پناہ محبت تھی چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم جب مدینہ آئے تو اس میں وبا پھیلی ہوئی تھی جس سے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بیمار ہوگئے تھے۔ تو

نبی علیہ السلام جب اپنے ساتھیوں کا یہ حال دیکھا تو فرمایا:

((اللهم حبب الينا المدينة كحبنا مكة او اشد))❶

❶ بخاری ومسلم.

''اے اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت ڈال دے جیسا کہ ہم مکہ سے صحبت کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔''

اور اس کے علاوہ مدینہ منورہ ایمان کا گڑھ اور مرکز ہے۔ نبی علیہ السلام کا فرمان مبارک ہے صحیح بخاری کے اندر

((ان الايمان ليازر الى المدينة كما تازر الحية الى جحرها))❶

❶ بخاری ومسلم.

''ایمان (قرب قیامت) مدینہ کی طرف یوں لوٹ آئے گا جیسے سانپ (خطرے کے وقت) اپنے بل کی طرف لوٹ آتا ہے۔''

یعنی جس طرح سانپ اپنے رزق کی تلاش کے لیے باہر جاتا ہے اور خطرہ کی صورت میں بل میں واپس آ جاتا ہے۔ اس طرح ایمان مدینہ سے باہر نکل کر اکناف ارض میں منتشر ہو جائے گا، پھر ہر صاحب ایمان اپنے دل میں نبی علیہ السلام کی محبت لے کر مدینہ منورہ تشریف آور ہوگا چنانچہ ہر دور میں ایسا ہوتا رہا ہے آج تک لوگ آپ کی مطہر مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت حاصل کرنے اور تحصیل علم کے لیے آتے ہیں بالخصوص مدینہ منورہ کی عظیم دینی درسگاہ قابل ذکر ہے جس میں پڑھنے والے طلبہ تقریباً ۱۵۰ سے زائد ممالک سے تعلق رکھتے ہیں اور اسی علمی درسگاہ کی بنیاد ۱۳۸۱ ہجری میں رکھی گئی تھی۔ مدینہ منورہ کی ایک عظیم فضیلت یہ بھی ہے کہ یہاں ہر برے لوگ ٹھہر نہیں سکتے انہیں، یہاں سکون نصیب نہیں ہوگا، یہاں صرف پاکباز لوگ ٹھہر سکتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

((المدينة كالكير لنفى حبثها وتنصع طيبها .))[1]

[1] متفق عليه.

''مدینہ بھٹی کی مانند ہے یہ ناپاک کو الگ کر کے پاکیزہ کو چھانٹ دیتا ہے۔''

یقیناً وہ بڑا خوش نصیب انسان ہے جو کہ مدینہ میں سکونت پذیر ہے اور اس کی مصائب و پریشانیوں پر صبر کرتا ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا:

((المدينة خيرلهم لو كانوا يعلمون لا يدكمها احد رغبة عنها الا ابدل الله فيها من هو خير منه ولا يثبت احد على لاوائها وجدها الا كنت له شفيعا اوشهيدا يوم القيامة))[1]

[1] مسلم.

اگر لوگ جان لیں تو مدینہ منورہ ان کے لیے بہتر ہے جو شخص اس سے بے رغبتی کرتے ہوئے اسے چھوڑ دے، اللہ تعالیٰ اس کی جگہ پر اس سے بہتر شخص لے آتا ہے اور جو شخص تنگ حالی کے باوجود اس میں ٹکا رہتا ہے میں روز قیامت اس کے لیے شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا۔''

یقیناً وہ بھی خوش نصیب ہے جس کی موت مدینہ منورہ میں آئے، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو اس کے خواہش مند ہوتے تھے جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دعا کرتے تھے:

((اللهم ارزقنى شهادة فى سبيلك واجعل موتى فى بلد رسولك))[1]

[1] بخاري.

''اے اللہ! میں تجھ سے شہادت فی سبیل اللہ کا سوال کرتا ہوں اور یہ بھی سوال کرتا ہوں کہ میری شہادت تیرے پیارے رسول کے شہر مدینہ منورہ میں واقع ہو۔''

چنانچہ اس طرح ہی ہوا ان کی شہادت مدینہ منورہ میں ہوئی۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا:

((من استطاع ان یموت بالمدینة فلیفقل فانی اشفع لمن یموت بها))

''جو آدمی اس بات کی استطاعت رکھتا ہو کہ اس کی موت مدینہ منورہ میں آئے تو وہ ایسا ضرور کرے کیونکہ جو شخص مدینہ منورہ میں مرا میں اس کے لیے سفارش کروں گا۔''

1 احمد، ترمذی، ابن ماجه.

اہل مدینہ سے اللہ اور اس کے رسول محبت رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

((من اراد اهل المدینه بسوء اذابه الله کما یذوب الماء فی المسلم))[1]

1 بخاری، مسلم.

''جو شخص اہل مدینہ سے برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح پگلا دے گا جس طرح نمک پانی میں پگلتا ہے۔''

تو اس حدیث میں ہے کہ جو شخص بھی اہل مدینہ کے لیے برائی کا ارادہ کرے گا تو اس کا یہ حال ہو جائے گا ان کے ساتھ برا سلوک کرنا تو دور کی بات ہے۔

مدینہ منورہ کے باشندوں کی تو کیا بات کی جائے ان کی کیا سعادت بیان کی جائے جو کہ روزانہ اس زمین پر چلتے اور دیکھتے ہیں جس پر امام الانبیاء سید ولد آدم علیہ السلام کے مبارک پاؤں مس ہوئے تھے اور ویسے بھی اہل مدینہ مضبوط ایمان اور رحم دل انسان ہیں اس دور سے لے کر آج تک اور حق بات کو تسلیم کرنے والے ہوتے ہیں، جب نبی علیہ السلام مکہ سے نکالے گئے تو اہل مدینہ نے ہی ماویٰ مہیا کیا قرآن نے یوں نقشہ کھینچا:

﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ أُوْتُوا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى

اَنۡفُسِهِمۡ وَلَوۡ كَانَ بِهِمۡ خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنۡ يُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ۝﴾

''اور وہ لوگ جو مہاجرین کے مکہ پہنچنے سے پہلے الدار (مدینہ) میں مقیم تھے اور ان کے آنے سے پہلے ایمان لا چکے تھے ان کے پاس جو لوگ ہجرت کر کے آئے وہ ان سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ انہیں دیا جائے وہ اپنے دلوں میں اس کی کوئی حاجت نہیں پاتے اور وہ ان مہاجرین کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں خواہ خود فاقہ سے ہی ہوں اور جو شخص اپنے نفس کے حرص سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ کامیاب ہیں۔''

اس طرح آپ علیہ السلام کو بھی اہل مدینہ (انصار) سے انتہائی زیادہ محبت تھی، یہاں تک کہ آپ نے فرمایا:

((والیذ نفسی بیده انکم احب الناس الی))[1]

[1] بخاری.

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ تم لوگ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو۔''

اتنی محبت تھی کہ آپ نے یہاں تک فرما دیا:

((الانصار لا یحبهم الا مومن ولا یبغضهم الا منافق من احبهم احبه الله ومن ابغضهم ابفضه الله))[1]

[1] متفق علیه.

''انصار سے محبت صرف مومن ہی کر سکتا ہے اور ان سے بغض رکھنے والا منافق ہی ہو سکتا ہے۔ اور جو ان سے محبت کرے گا اللہ اس سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اللہ اس سے بغض رکھے گا۔''

تو ہمیں بھی اہل مدینہ سے محبت کرنی چاہیے کیونکہ جزء ایمان ہے تو یقیناً ایسے لوگوں سے محبت کیوں نہ ہو جو کہ اس ارض مقدسہ کے رہنے والے ہیں جو زمین نبی کی پناہ گاہ بنی آپ کی سنت کا مرکز بنی جس کے چاروں طرف شہداء مدفون ہیں جس کے اندر جنت کا باغیچہ موجود ہے اور دنیا کی عظیم مسجد مسجد نبوی موجود ہے جس کے اندر منبر رسول موجود ہے۔

نبی علیہ السلام کی جب مدینہ منورہ تشریف آوری ہوئی تو ابتداء میں آپ کا جہاں نماز کا وقت ہوتا وہاں نماز پڑھ لیتے پھر آپ نے مسجد بنانے کا فیصلہ کیا اور جس زمین کا انتخاب کیا وہ دو یتیم بچوں کی تھی جن کا نام سہل اور سہیل ہے آپ نے ان بچوں کو بلایا آپ نے ان سے کھیلان کا سودا کیا تا کہ یہ مسجد بن سکے وہ دونوں کہنے لگے نہیں، ہم یہ جگہ آپ کو بطور عطیہ دیتے ہیں پھر آپ نے وہاں مسجد بنائی اور آپ مسجد بناتے وقت یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

اللھم ان الاجر اجر الاخرۃ

فارحم الانصار والمھاجرہ (بخاری)

''اے اللہ! اصل اجر تو آخرت کا اجر ہے لہٰذا انصار و مہاجرین پر رحم فرما۔''

یہ وہ عظیم المقام مسجد ہے جس کا بانی و موسس خود رسول اللہ ﷺ اور اس کے مزدور اصحاب رسول اللہ اور خود رسول اللہ ﷺ ہیں۔

یہ وہ عظیم الشان مسجد ہے جس کی وصف قرآن میں یوں بیان کی گئی:

﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۝﴾

''یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد شروع دن ہی سے تقویٰ پر رکھی گئی وہ اس بات کی زیادت حق دار ہے کہ آپ اس میں نماز کے لیے کھڑے ہوں اس میں ایسے پاک باز لوگ موجود ہیں جو پاکیزہ رہنے کے خواہش مند ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پاک باز لوگوں کو ہی پسند فرماتا ہے۔''

مسجد نبوی اور مسجد قباء دونوں پر یہ وصف صادق ہے ان کی بنیاد شروع سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی تھی۔

یہ وہ عظیم مسجد ہے جس میں نماز پڑھنے کی یہ فضیلت ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

((صلاة فی مسجد هذ افضل من الف صلاة فیما سواه الا المسجد الحرام)) [1]

[1] بخاری.

''میری اس مسجد میں ایک نماز کا ثواب دوسری مساجد کی ہزار نمازوں سے افضل ہے۔''

اور یہ وہ عظیم مسجد ہے جس کی طرف اجر کی نیت سے سفر کیا جا سکتا ہے اور اس مسجد کے اندر وہ عظیم الشان منبر موجود ہے جس کے متعلق آپ علیہ السلام نے فرمایا:

((ما بین بیتی ومنبری روضة من ریاض الجنة ومنبری علی حوضی)) [1]

[1] بخاری ومسلم.

''میرے گھر اور منبر کا درمیانی ٹکڑا جنت کے باغیچوں سے ایک باغیچہ ہے اور میرا منبر حوض کوثر پر ہوگا۔''

اور اس عظیم شہر میں ایک اور عظیم مسجد بھی موجود ہے جس کی بنیاد بھی خود نبی پاک علیہ السلام نے رکھی اور آپ نے اس مسجد میں نماز بھی پڑھی۔ وہ ہے عظیم مسجد (مسجد قباء) ہے اور آپ علیہ السلام ہر ہفتے اس میں جماتے اور دو رکعت نماز پڑھتے جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے، صحیحین کے اندر۔ آپ علیہ السلام اس میں نماز پڑھنے کی فضیلت یوں بیان کی:

((من تطهر فی بیته ثم اتی مسجد قباء فصلی فیه صلاة کان له کاجر عمر)) [1]

[1] ابن ماجه وصححه الالبانی.

جس شخص نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر مسجد قباء میں آیا اور اس میں نماز پڑھی تو اسے عمرہ کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا۔

اس طرح مدینہ منورہ میں ایک اور تاریخی عظیم الشان مسجد موجود جس کا نام مسجد قبلتین ہے اس کا یہ نام اس وجہ سے رکھا گیا کہ اس میں ایک نماز دو قبلوں کی طرف منہ کر کے پڑھی گئی تھی۔ کیونکہ مدینہ میں تشریف آوری کے بعد آپ مدینہ میں سترہ یا سولہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے اور بعد میں حکم نازل ہوا ﴿فول وجهك شطر المسجد الحرام﴾ ''اے نبی اپنے چہرے کو مسجد الحرام کی طرف پھیر لیں''

تو آپ علیہ السلام نے اپنا چہرہ کعبۃ اللہ کی طرف کر دیا اور نبی علیہ السلام کے ساتھ ایک آدمی نے کعبۃ اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور واپس جاتے ہوئے کچھ انصاری لوگوں سے گذرا جو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے تو اس شخص نے بلند آواز سے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے نبی علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھ کر آیا ہوں اور آپ علیہ السلام کو کعبۃ اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ملا ہے تو ان انصاری صحابہ نے دوران نماز ہی اپنا چہرہ کعبۃ اللہ کی طرف پھیر لیا۔

اور اس شہر میں وہ عظیم پہاڑ موجود ہے کہ جس کے متعلق آپ علیہ السلام کا فرمان ہے:

((هذا جبل يحبنا نحبه))[1]

[1] متفق عليه.

''یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔''

اس عہد کی محبت کا یہ عالم ہے کہ صحیح بخاری کے اندر حدیث ہے ایک مرتبہ نبی علیہ السلام احد پہاڑ پر چڑھے آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم تھے تو پہاڑ خوشی کی وجہ سے ہلنے لگا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اے احد پر سکون ہو جا تیرے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

احد پہاڑ ایک بڑا پہاڑ ہے جو کہ مدینہ منورہ کے شمالی جانب واقع ہے اور احد پہاڑ

بالاتفاق حدود حرم کے اندر داخل ہے اور یہ وہ پہاڑ ہے جس دنیا کے عظیم شہداء شہدا احد مدفون ہیں اور اس عظیم شہر کی اشیاء بھی بڑی بابرکت ہیں۔ جیسا کہ آپ علیہ السلام کی دعا گذری کہ آپ نے دعا کی تھی کہ اے اللہ ہمارے پھلوں میں برکت ڈال اور ان پھلوں میں سے اہم پھل کھجور ہے جس کے متعلق آپ علیہ السلام کا فرمان ہے:

((من اکل سبع ثمرات مما بین لا بتیھا حین یصبح لم یفرہ سم حتی یمس)) [1]

[1] مسلم.

''جو آدمی صبح کے وقت (مدینہ منورہ میں دو سیاہ پتھروں والے میدانوں کے درمیان والی کھجوروں سے سات عدد کھجوریں کھائے، اسے شام ہونے تک کوئی زہر نقصان نہیں پہنچا سکتا۔''

خاص طور پر مدینہ منورہ کی عجوہ کھجوروں کے بارے میں آپ علیہ السلام نے فرمایا:

((من تصبح یسبع تمرات عجوۃ لم یضرہ ذلك الیوم سم ولا سحر)) [1]

[1] متفق علیه.

''جو شخص صبح کے وقت سات عدد عجوہ کھجوریں کھائے اسے اس دن زہر اور جادو کی وجہ سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔''

اور یہ وہ بلند مقام بلد ہے جس میں ایک عظیم فتنہ جو کہ پوری دنیا کو گھیرے میں لے گا لیکن مدینہ منورہ اس فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ اس طرح مدینہ منورہ ایک موذی بیماری طاعون سے بھی محفوظ رہے گا قیامت تک آپ علیہ السلام کا فرمان ہے:

((علی انقاب المدینة ملائکة لا یدخلھا الطاعون ولا الدجال)) [1]

[1] بخاری.

''مدینہ منورہ کے دروازوں پر فرشتے مقرر ہیں اس میں طاعون کی بیماری نہیں آ سکتی اس طرح اس میں دجال بھی نہیں آ سکتا۔''

مدینہ منورہ کی سب سے اہم جگہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا وہ حجرہ طیبہ ہے جس سید ولد آدم علیہ السلام مدفون ہیں۔ کیونکہ نبی کو وہاں ہی دفن کیا جاتا ہے جہاں اس کی وفات ہوتی ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لم يقبر نبی الا حيث يموت))[1]

[1] مسند احمد.

''نبی جہاں فوت ہوتا ہے اسے وہیں دفن کیا جاتا ہے۔''

تو جو شخص مسجد نبوی کی زیارت کرنے کے لیے آئے تو اس شخص کے لیے مستحب ہے کہ آپ علیہ السلام کی قبر مبارک کی زیارت کرے اور اس شہر میں ایک عظیم تاریخی قبرستان جس کو بقیع غرقد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس میں مدفون اشخاص کے لیے آپ علیہ السلام دعا کیا کرتے تھے عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں بیشک جس دن میری باری ہوتی تو نبی علیہ السلام اکثر رات کے آخری حصہ میں بقیع کی طرف نکل جاتے اور فرماتے:

((السلام عليكم دار قوم مومنين واتاكم ما توعدون غدا موجلون وانا ان شاء الله بكم لاحقون اللهم اغفر لاهل بقيع الغرقد))

''اے مومن لوگوں کے شہر والو تم پر سلامت ہو کل (قیامت کے دن) تمہیں وہ سب کچھ ملنے والا ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا تم (قیامت تک کے لیے) موخر کیے جا رہے ہو ان شاء اللہ ہم بھی عنقریب تمہارے پاس آنے والے ہیں، اے اللہ بقیع غرقد میں مدفون لوگوں کو معاف فرما۔''

جس طرح آپ علیہ السلام کو مدینہ سے محبت تھی اس طرح اہل مدینہ کو بھی آپ علیہ السلام سے بے

پناہ محبت تھی۔ جنہوں نے یہ اعلان کیا تھا اور عہد کیا تھا دین محمدی کے لیے اور دفاع محمد ﷺ کے لیے کٹ مریں گے۔

نحن الذين بايعو محمدا

على الجهاد ما حينا ابدا

''ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد ﷺ کسی بیعت کی جہاد کرنے کے لیے تو جب تک جان میں روح رہے گی اس عہد کی آبیاری کریں گے۔''

اس طرح مدینہ منورہ کی صرف انسان محبت بنی کے شیدائی نہیں تھے بلکہ اس کے جمادات بھی محبت بنی محفل بنی کے لیے ترستے تھے جس طرح کہ کھجور کے تنے کا واقعہ ہے کہ آپ علیہ السلام شروع میں اس پر ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے اور لوگوں کو وعظ نصیحت کیا کرتے تھے۔ لیکن جب آپ کے لیے ممبر بنالیا گیا تو آپ نے اس تنے کو چھوڑ کر ممبر پر خطبہ دینا چاہا اور تنے سے گذر کر آپ ممبر کی طرف تشریف لے گئے۔

((فصاحت النخلة صياح الصبى لم نزل رسول الله ﷺ فصمه اليه وهو يئن ابين الصبى الذى يسكن))

''وہ کھجور کا تنا بڑے زور سے چیخنے لگا جس طرح بچہ چیختا ہے پھر نبی علیہ السلام اس کی طرف آئے اور اس کو اپنے ساتھ لگایا اور وہ اس طرح رو رہا تھا جس طرح بچہ کو جب چپ کرایا جاتا ہے تو آرام سے روتا ہے یہاں تک کہ خاموش ہو جاتا ہے۔''

اور وہ کھجور کا تنا اس وجہ سے رویا تھا کہ وہ کلام نبی اور نبی کے پیارے جسم کے لگنے سے محروم ہو گیا اور اتنا رویا کہ بعض احادیث میں ہے ((خار الجذع حتى تصدع و اشق)) اتنا بلند آواز سے چیخا کہ ایسے لگ رہا تھا کہ یہ پھٹ جائے گا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا مدینہ منورہ وہ محرم مقام ہے کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ نے منع فرما دیا اور کہا کہ میں نہیں چاہتا اس سرزمین کو خون آلودہ کیا جائے جس کو سید ولد آدم علیہ السلام کے مبارک قدموں نے چوما اور جس

سرزمین پر آپ علیہ السلام نے تیرہ سال بسر کیے جو سرزمین تیرہ سال مہبط وحی رہی اور تیرہ سال جبریل امین کی اس سرزمین پر تشریف آوری ہوتی رہی اور تیرہ سال اب کا آخری کلام اترتا رہا تو میں نہیں چاہتا کہ اس مٹی پر خون ریزی ہو۔

یہ مختصراً حرمین شریفین کی فضیلت سپرد قرطاس کی گئی ہیں آخر میں اپنی تقصیر و تقلیل علمی کا اعتراف کرتے ہوئے کہنا پڑا۔

ما مدحت الحرمین بنحطی واوراق
ولکن زینت اوراقی وخطی بمدح الحرمین

دسواں حق:......رسول اللہ ﷺ پر بکثرت دورود وسلام پڑھنا:

آپ ﷺ کا دسواں حق یہ ہے کہ آپ ﷺ پر کثرت سے درود وسلام پڑھا جائے، کیونکہ آپ ﷺ نے یہ دین ماریں کھا کر، سختیاں سہہ کر اور تکلیفیں جھیل کر ہم پر پیش کیا اور ہم تک پہنچایا، جو کہ رسول اللہ ﷺ کا ہم پر احسان عظیم ہے:

﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝﴾ (الرحمن: ٦٠)

''نہیں ہے بدلہ احسان کا مگر احسان کے ساتھ۔''

اب اس ہمارے احسان کا مطلب یہ ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ پر بکثرت درود وسلام بھیجا جائے، یہ درود وسلام کیا ہے؟ آپ پر رحمت کی دعائیں اور مغفرت کی دعائیں اور سلامتی کی دعائیں، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝﴾ (الأحزاب: ٥٦)

''یقیناً اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔''

خود اللہ تعالیٰ ان پر درود بھیج رہا ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی تعریف و

توصیف فرمائی اور ان کی عزت کرنے اور تعظیم کا حکم دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، تو

❶ سنن النسائی رقم الحدیث (۱۸۹)

فرشتوں کو حکم دیا کہ انہیں سجدہ کرو۔ ظاہر ہے کہ یہ تعظیم ایسی ہے کہ خود اللہ تعالیٰ اس میں شریک نہ تھا۔ یہ شرف اور اعزاز محض رسول اللہ ہی کو حاصل ہے کہ اوّلاً اللہ تعالیٰ ان پر درود بھیج رہا ہے اپنی مخصوص ترین رحمتیں ان پر نازل فرما رہا ہے۔ اس کے فرشتے اس پر درود بھیج رہے ہیں۔ تمام فرشتے مقربین حاملین عرش، ساتوں آسمانوں میں بسنے والے کراماً کاتبین سب رسول اللہ ﷺ پر درود بھیج رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ فرما رہے ہیں کہ عالم علیا میرے حبیب پر درود وسلام سے گونج رہا ہے۔ اے عالم سُفلیٰ میں بسنے والو! تم بھی ان پر پیہم درود وسلام بھیجو، تا کہ عالم علوی اور عالم سفلی بیک وقت میرے حبیب پر درود وسلام سے گونج اُٹھے۔ تا کہ عرش بریں سے فرش زمین تک پیہم غلغلہ برپا ہو "صَلَّی اللّٰہ عَلَیۡہِ وَسَلَّمُ"

بارگاہ رسالت میں قربت کی راہ:

درود شریف بہت بڑا وظیفہ ہے، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ میں آپ پر درود بکثرت بھیجنا چاہتا ہوں۔ میں اوقات ذکر میں کتنا وقت درود کے لیے وقف کروں؟ آپ نے فرمایا جتنا تیرا جی چاہتا ہے میں نے عرض کیا کہ وقت کا چوتھا حصہ درود کے لیے وقف کرلوں۔ آپ نے فرمایا جیسے تیرا جی چاہے، اور اگر تو اس سے زیادہ وقت صرف کرے تو وہ تیرے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا، اگر آدھا وقت درود پڑھتا رہوں؟ آپ نے فرمایا:

((مَاشِئۡتَ فَإِنۡ زِدۡتَ فَھُوَ خَیۡرٌلَكَ .))

''اور اگر تو زیادہ پڑھے تو تیرے حق میں بہتر ہے۔''

میں نے کہا دو تہائی پڑھوں؟ آپ نے فرمایا جیسے تیرا جی چاہتا ہے، اور اگر تو اس سے بھی زیادہ پڑھے تو تیرے لیے اور بھی بہتر ہو، حضرت ابی نے عرض کیا پھر تو میں سارا وقت آپ پر درود ہی کا وظیفہ پڑھا کروں گا۔ آپ نے فرمایا: پھر تو تیرے سب غم (دین و دنیا) چھٹ جائیں گے اور تیرے سب گناہ مٹ جائیں گے۔ [1]

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[1] الترمذی رقم: (۲٤٥۷)

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْراً .)) [1]

''جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔''

پس زبانوں کو حرکت میں لاؤ، اور بارگاہ رسالت میں درود و سلام مسلسل اور پیہم بھیجو۔ اللہ نے تو کچھ فرشتوں کو اسی کام کے لیے وقف کر رکھا ہے کہ اس کائنات میں جو کوئی ان کے حبیب پر درود بھیجے وہ فرشتے درود کے تحفے بارگاہ رسالت میں پیش کرتے رہیں۔ جیسا کہ سنن نسائی میں ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِيْنَ يُبَلِّغُوْنِيْ عَنْ أُمَّتِي السَّلَامَ .)) [2]

''اللہ کے کچھ فرشتے ہیں جو پھرتے رہتے ہیں۔ سیاحت کرتے ہیں اور میری اُمت کی طرف سے صلوۃ وسلام کے تحفے مجھے پہنچاتے رہتے ہیں۔''

پس اس بات کو پلے باندھیے کہ بارگاہِ رسالت میں قرب حاصل کرنے کے لیے کثرتِ درود اکسیر اعظم ہے۔ کبریتِ احمر ہے۔ آپ نے فرمایا:

((إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَكْثَرُكُمْ عَلَيَّ صَلَاةً .)) [3]

''قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھے۔''

یاد رہے کہ درود میں فنا ہونے والوں کو اس دنیا میں بھی قرب بارگاہِ رسالت حاصل ہوتا

ہے، عالمِ برزخ میں اور روزِ محشر میں بھی، وہی لوگ مقربین بارگاہ رسالت ہوں گے۔

صلاۃ کے معنی:

لغت کے اعتبار سے اس لفظ کی اصلیت دو معنی ظاہر کرتی ہے۔

(۱) دعاء وبَرَکت (۲) عبادت۔

پہلے معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٞ لَّهُمۡ﴾ (التوبة: ۱۰۳)

''ان کو دعا دیجئے کیونکہ آپ کی دعا ان کے لیے موجب تسکین ہے۔''

بعض نے کہا ہے کہ صلوٰۃ کے معنی لغت میں صرف دعا کے ہیں اور دعا کی دو اقسام ہیں۔

(۱) دعائے عبادت (۲) دعائے مسالت۔

صلوٰۃ کے یہ معنی آدمی کی طرف سے صلوٰۃ کے ہیں یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کی صلوٰۃ بندوں پر، اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) عامہ (۲) خاصہ۔

عام تو اللہ تعالیٰ کی صلوۃ مومنوں پر ہے۔ فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيۡ يُصَلِّيۡ عَلَيۡكُمۡ وَ مَلٰٓئِكَتُهٗ﴾ (الاحزاب: ۴۳)

''اللہ اور اس کے فرشتے تم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔''

خاصہ وہ ہے جو انبیاء ورسل پر ہے۔ بالخصوص وہ جو خاتم النبیین وخیر المرسلین محمد ﷺ پر ہے۔ [1]

[1] صحيح بخاری، معنی صلوة.

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح میں ابو العالیہ سے روایت کی ہے کہ رسول پر اللہ کی صلوۃ اپنے نبی ﷺ کی ثناء کرنا ہے، ملائکہ کے پاس اسماعیل نے اپنی سند کے ساتھ ابو العالیہ سے ((ان الله وملائكته يصلون على النبی)) کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ آپ پر ثناء کرنا ہے اور ملائکہ کی صلاۃ دعا کرنا ہے۔

صلوٰۃ اور سلام میں فرق:

صلوٰۃ اور سلام میں فرق یہ ہے کہ سلام ہر ایک مومن کے لیے زندہ ہو یا مردہ، حاضر ہو یا غائب مشروع ہے۔ چنانچہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ فلاں شخص کو میرا سلام کہہ دینا۔ سلام تو تحقیق اہل اسلام ہے برخلاف صلوٰۃ کے جو رسول اور آل رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے حقوق میں سے، دیکھئے۔ نمازی نماز میں ((السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین)) تو پڑھتا ہے مگر الصلاة علینا وعلی عباد الله الصالحین کبھی۔نہیں پڑھتا۔ اس سے صلوٰۃ اور سلام کے درمیان فرق واضح ہو گیا۔

احادیث صلوٰۃ کے روایوں کی تعداد:

احادیث صلوٰۃ کے راوی صحابہ جنہوں نے مرفوعاً احادیث بیان کی ہیں ان کی تعداد ۴۲ ہے جب کہ مرسل روایات کی تعداد......اور موقوف

درودخوانی کے مقام ومحل کا بیان:

نہایت ضرور اور نہایت موکدہ مقام درود پڑھنے کا نماز کا آخری تشہد ہے حضرت فضالہ بن فضا کہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو نماز میں درود کے بغیر دعا مانگتے ہوئے سنا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے جلدی کی'' پھر آپ نے اسے اپنے پاس بلایا اور اس کو یا کسی دوسرے شخص کو مخاطب کر کے فرمایا: ''اور جب کو نماز پڑھے تو اللہ کی حمد وثنا سے آغاز کرے پھر (تشہد میں) اللہ تعالیٰ کے نبی پر درود بھیجے اور اس کے بعد جو دعا چاہیے مانگے۔ [1]

[1] ترمذی رقم: ٢٨٦٧.

۲۔ جن جگہوں میں درود شریف پڑھنا چاہیے۔ ان میں سے دوسری جگہ تشہد اول ہے اور اس میں اختلاف ہے یہ امام شافعی کا مذہب ہے مگر ان کے نزدیک بھی مستحب ہے واجب نہیں

ان کی حجت دارقطنی کی حدیث ہے۔ جسے بند کے ساتھ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہوکر تشہد سکھلایا کرتے تھے۔

((التحيات الطيبات الزاكيات لله السلام عليك ايها النبى ورحمة الله وبركاته، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبد ورسوله))

''میری تمام) قولی، بدنی اور مالی عبارات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہیں۔ اے نبی! آپ پر اللہ کی رحمت، سلامتی اور برکات ہوں اور ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلامتی ہو، میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں اور اس کی بھی شہادت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔''

پھر نبی ﷺ پر درود ہے۔

۳۔ درود کے مختلف مقامات میں سے ایک مقام آخر قنوت ہے، امام شافعی نے اور جنہوں نے ان سے موافقت کی اس کو مستحب کہا ہے اس کی حجت روایت نسائی ہے محمد بن مسلمہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو یہ کلمات وتر میں سکھلائے ہیں فرمایا کہ:

((اللهم اهدنى فيمن هديت وعافنى فيمن .... وصلى الله على النبى))

''اے اللہ! مجھے ہدایت دے کر ان لوگوں کے زمرہ میں شامل فرمایا جنہیں تو نے رشد وہدایت سے نوازا ہے اور مجھے عافیت دے کر ان لوگوں میں شامل فرما جنہیں تو نے عافیت بخشی ہے اور جن لوگوں کو تو نے اپنا دوست بنایا ہے ان میں مجھے بھی شامل کر کے اپنا دوست بنا لے۔ جو کچھ تو نے مجھے عطا فرمایا ہے اس میں میرے

لیے برکت ڈال دے اور جس شر و برائی کا تو نے فیصلہ فرمایا ہے اس سے مجھے محفوظ رکھ اور بچا لے۔ یقیناً تو یہی فیصلہ صادر فرماتا۔ سے تیرے خلاف فیصلہ صادر نہیں کیا جا سکتا اور جس کا تو والی بنا وہ کبھی ذلیل وخوار اور رسوا نہیں ہوسکتا ہمارے پروردگار آقا! تو (بڑا) ہی برکت والا اور بلند و بالا اور نبی ﷺ پر رحمت بھیج۔"

۴۔ مقامات درود میں سے ایک جگہ نماز جنازہ سے دوسری تکبیر کے بعد اس کی مشروعیت میں کچھ اختلاف ہیں۔

حضرت ابو امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ نماز جنازہ میں امام کا پہلی تکبیر کے بعد خاموشی سے سورۂ فاتحہ پڑھنا (پھر دوسری تکبیر کے بعد) نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا پھر (تیسری تکبیر کے بعد) خلوص دل سے میت کے لیے دعا کرنا اوران تکبیرات میں قراءت نہ کرنا (چوتھی تکبیر کے بعد) آہستہ سلام پھیرنا سنت ہے۔ [1]

[1] مسند شافعی الباب الثالث والشرون فی صلاۃ الجنازۃ رقم: ۵۸۱.

۵۔ مقامات درود میں سے ایک جگہ خطبے میں مثلاً خطبہ جمعہ، عیدین اور استغفار وغیرہ چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر وہ خطبہ جس میں تشہد نہیں وہ ٹنڈے ہاتھ کی مانند ہے۔ [1]

[1] احمد، ترمذی، ابوداود کتاب الادب باب فی الخطبۃ رقم: ۴۸۴۱.

۶۔ مقامات درود میں سے ایک جگہ موذن کا جواب دینے کے بعد اور اقامت کے وقت ہے، صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے۔ ہوئے سنا ہے: جب تم موذن کو سنو تب جو وہ کہتا ہے تم بھی کہو پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو مجھ پر درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اس بار رحمت بھیجتا ہے۔ پھر میرے وسیلہ کا سوال کرو۔ وسیلہ نام ہے۔ بہشت میں ایک منزلت کا جسے اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہی

پائے گا اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں پس میں نے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا اس پر میری شفاعت حلال ہوگئی۔

حسن بن عرفہ نے سند کے ساتھ حسن (بصری) سے روایت کیا ہے کہ جس نے موذن کے ساتھ اسی کے موافق کہا اور ((قد قامت الصلوة)) کے وقت یوں پڑھے:

((اللهم رب هذه الدعوة الصادقة والصلوة القائمة صل على محمد عبدك ورسولك ابلغه درجة الوسيلة فى الجنة))

''اے اللہ! اس سچی پکار اور قائم شدہ نماز کے مالک اپنے بندہ اور رسول محمد (ﷺ) پر صلوٰۃ بھیج اور جنت میں ان کو درجہ وسیلہ پر فائز فرما، وہ شخص محمد ﷺ کی شفاعت میں داخل ہوگا۔''

۷۔ مقامات درود میں سے ایک جگہ دعا کے وقت نبی ﷺ پر درود شریف کا پڑھنا ہے ان کے تین مراتب ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی حمد کے بعد اور دعا سے پہلے۔

(۲) دعا کے اول، وسط اور آخر میں۔

(۳) دعا کے اول و آخر میں۔

پہلی صورت کی دلیل، حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نماز پڑھتا تھا اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما تھے جب میں بیٹھ گیا تو میں نے پہلے اللہ تعالیٰ کی ثناء کی پھر نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھا پھر اپنے لیے دعا مانگی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سوال کر عطا کیا جائے گا۔ [1]

[1] ترمذی.

دوسری حدیث کی دلیل جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ جسے سند کے ساتھ عبدالرزاق نے بیان کیا ہے۔جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھے سوار کے پیالہ کی

طرح ...... بناؤ۔'' فرمایا: ''مجھے وسط دعا اور اس کے اول و آخر میں جگہ دو۔''

تیسری صورت کے متعلق احمد بن ابی صوراء کہتے ہیں میں نے ابوسلیمان دارانی سے سنا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرنا چاہے اسے چاہیے کہ پہلے درود پڑھے پھر حاجت کا سوال کرے پھر درود پر ختم کرے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ پر درود تو مقبول یہی ہے اور اللہ تعالیٰ کا جود و کرم اس سے برتر ہے کہ درود کی درمیانی شے کو رد فرمادے۔

۸۔ مقامات درود میں سے ایک مقام مسجد کے اندر داخل ہونے اور باہر نکلنے کا ہے۔ ابن حبان اور ابوخذیمہ رحمہما اللہ نے صحیح میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی مسجد میں آئے تو مجھ پر سلام بھیجے اور اللهم افتح لی ابواب رحمتك کہے اور جب نکلے مجھ پر سلام بھیجے اور اللهم اجرنی من الشیطان الرجیم کہے۔

مسند، ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب مسجد میں داخل ہوئے تو اللهم صل علی محمد وسلم اللهم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتك ایسا ہی مسجد نکلتے وقت صرف رحمتك کی جگہ فضلك بدل رہے۔

۹۔ مقامات درود سنے ایک جگہ صفا و مروہ ہے۔ ابن اسحاق نے اپنی کتاب میں نافع سے روایت کی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما صفا مروہ پر تین تکبیریں کہتے پھر لا اله الا الله وحده لا شريك له الملك وله الحمد وهو علی كل شیء قدير پڑھتے۔ پھر نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھتے۔ پھر دعا مانگتے ان کے قیام و دعا میں طول ہوتا ایسا ہی مروہ پر جا کر کرتے۔

۱۰۔ مقامات درود میں سے ایک مقام اجتماع قوم کا وقت ہے پہلے اس سے کہ متفرق ہوں۔ چنانچہ ابن حبان، حاکم اور ترمذی (۳۳۸۰) وغیرہ نے روایت کیا ہے نہیں بیٹھی کوئی قوم کسی مجلس میں اور پھر متفرق ہوئی کہ اس میں انہوں نے اللہ کو یاد نہیں کیا اور اپنے نبی پر درود

نہیں بھیجا تو وہ ان پر اللہ کی طرف سے باعث خسارہ ہوگی۔ اگر اللہ چاہے ان کو عذاب دے اور چاہے معاف فرمائے۔

۱۱۔ مقامات درود میں سے ایک جگہ نبی اکرم ﷺ کے ذکر کا وقت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

رسوا ہوا وہ آدمی جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ درود نہ پڑھے۔ [1]

[1] ترمذی.

۱۲۔ درود پڑھنے کی ایک جگہ تلبیہ سے فارغ ہونے کے بعد ہے۔

دارقطنی نے سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ لبیك سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ سے معفرت اور رضوان کا سوال کیا کرتے اور جہنم سے اس کی رحمت کی پناہ مانگتے۔ صالح کہتے ہیں می نے قاسم بن محمد کو کہتے سنا ہے کہ تلبیہ کے بعد درود پڑھنا مستحب ہے۔

۱۳۔ درود پڑھنے کا ایک وقت استلام حجر ہے ابو ذر ہروی نے سند کے ساتھ نافع سے روایت کی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب استلام حجر ارادہ کرتے تو پڑھا کرتے:

((اللهم ايمانا بك وتصد يقا بكتابك وسنة نبيك صلى الله عليه وسلم))

۱۴۔ بازار یا دعوت کو جاتے یا کسی جانب نکلتے وقت درود پڑھنا بھی درودخوانی کے مقامات میں سے ہے۔ ابن ابی حازم نے سند کے ساتھ ابی وائل سے روایت کی ہے کہ میں نے۔ ہمیشہ یہی دیکھا کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ جب گھوڑے پر سوار ہوئے یا جنازوں کے ساتھ جاتے یا کسی کام کے لیے کھڑے ہوئے تو پہلے اللہ کی حمد وثنا کرتے اور نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھتے اور دعائیں۔ مانگتے جب بازار جائے جب بازار اور اس کی ایسی جگہ پر پہنچتے تھے جو بیت غافل کر رہنے والی ہو (رونق اور بھیڑ کی جگہ) تو وہیں بیٹھ کر حمد وثناء اللہ کی کرتے، درود پڑھتے اور چند دعائیں بھی۔

۱۵۔ مقامات درود میں سے ایک مسجد کے اوپر نظر پڑنے اور پاس سے گذرنے کا وقت ہے قاضی اسماعیل نے سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ فرمایا: ''جب تم مسجد کے پاس سے گزرو تو نبی اکرم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجو۔

۱۶۔ نماز عید کے درمیان میں درود پڑھنا بھی مقامات درودخوانی میں سے ہے بیشک یہ مستحب ہے کہ نماز کے اندر اللہ کی حمد وثناء کی جائے اور نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھا جائے اسماعیل بن اسحٰق نے سند کے ساتھ علقمہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ ولید بن عقبہ عید سے ایک روز پہلے ابن مسعود، حذیفہ، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم کے پاس آیا کہ عید قریب آ گئی ہے اس میں تکبیر کیوں کر کہی جاتی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا نماز کو یوں شروع کر پہلے تو تکبیر کہہ جس سے نماز شروع کی جاتی ہے پھر اللہ کی حمد اور نبی ﷺ پر درود پڑھ اور دعا پھر تکبیر کہہ اور ایسا ہی کر پھر تکبیر کہہ اور ایسا ہی کر پھر قراءت پڑھ اور تکبیر کہہ کر رکوع کر۔ پھر (جب دوسری رکعت کے لیے) کھڑا، ہو تو قراءت پڑھ اور حمد رب اور صلوٰۃ پر نبی ﷺ پڑھ اور دعاء پھر تکبیر کہہ اور ایسا ہی کہ پھر تکبیر کہہ اور ایسا ہی کر پھر رکوع کر۔ حذیفہ اور ابوموسیٰ بولے کہ ابوعبدالرحمٰن نے ٹھیک بیان کیا۔

۱۷۔ ہر ایک کلام خیر ذی بال کے وقت درود پڑھنا بھی مقامات درودخوانی میں سے ہے یعنی پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد ثنا سے پھر رسول اللہ ﷺ ہر درود سے ابتداء کرے اور اس کے بعد اپنا کلام ذکر کرے حمد سے ابتداء کرنے کے بارے میں تو مسند امام احمد اور سنن ابی داود میں حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ہر ایک کلام جس کی ابتداء حمد اللہ سے نہیں وہ بنی بریدہ سے اور نبی اکرم ﷺ کے درود کے بارے میں ابوموسیٰ مدینی نے سند کے ساتھ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کہ جس کی ابتداء اللہ تعالیٰ کے ذکر اور میرے درود کے ساتھ نہیں وہ کلام اقطع اور ہدایت برکت سے خالی ہے۔

۱۸۔ سونے کے وقت درود شریف پڑھنا بھی اوقات درودخوانی میں سے۔ ابوالشیخ نے

سند کے ساتھ ابوقد صافہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص بستر پر لیٹ کر ﴿تبارك الذى بيده الملك﴾ پڑھے اور پھر کہے:

((اللهم رب الحل والحرام ورب البلد الحرام و رب الركن والمقام رب المشعر الحرام بحق كل آية انزلهتها فى شير رمضان بلغ روح محمد ﷺ تحية وسلما))

''یااللہ! مالک حلال وحرام کے اور مالک شہر حرمت والے اور مالک رکن اور مقام کے اور مالک مشعر الحرام کے بحق آیات قرآن مجید جن کو تو نے ماہ رمضان میں اتارا روح مبارک محمد ﷺ پر میری جانب سے تحیت اور سلام بھیج۔''

چار دفعہ اس کو پڑھے تو اللہ تعالیٰ دو فرشتوں کو مقرر فرماتا ہے جو محمد ﷺ کی خدمت میں آئے ہیں اور کہتے ہیں محمد! فلاں ابن فلاں آپ کو ((السلام ورحمة الله)) عرض کرتا ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ((وعلى فلان منى السلام ورحمة الله و بركاته)) (امام ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ مشہور امام ابوجعفر باقر رحمہ اللہ کا قول ہے)

۱۹۔ مقامات درود خوانی میں سے ایک مقام یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس مال نہ ہو تو وہ صدقہ کی بدل درود شریف پڑھے۔ تنگ دست سے یہ درود پڑھنا عرض صدقہ کے کفایت کرے گا۔ ابن وھف نے سند کے ساتھ ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے پاس صدقہ نہ ہو وہ اپنی دعا میں پڑھے۔

((اللهم صل على محمد عبدك ورسولك وصل على المومنين والمومنات والمسلمين والمسلمات))

یہی اس کی زکاۃ ہے۔

۲۰۔ مقامات درود میں سے ایک مقام مجلس سے اٹھنے کے وقت ہے عبدالرحمٰن بن ابی

حاتم نے سند کے ساتھ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ میں نے سفیان بن سعید کو اتنی دفعہ کہتے سنا ہے جس کا شمار نہیں کر سکتا کہ جب اٹھنے کا ارادہ کرتے تو کیا کرتے:

صلی الله وملائکته علی محمد(ﷺ) وعلی انبیاء الله وملائکته))

اس موطن میں یہی اثر مدد ہے۔

۲۱۔ مقامات درود میں ایک مقام غم وشدائد کے ہجوم اور طلب مغفرت کا وقت ہے۔ ترمزی میں ابی بن کعب کے اپنے باپ سے لمبی حدیث ہے۔ جس کے آخر میں ہے ''کیا میں کروں آپ کے درود کو تمام وقت اپنا؟ فرمایا: اس وقت وہ تیرے غم کے لیے کافی ہوگا اور تیرے گناہ بخشائے گا۔'' (ترمذی نے اسے حسن کہا ہے)

۲۲۔ نبی ﷺ کے مبارک نام کے لکھتے وقت ابو الشیخ نے سند کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی تحریر میں مجھ پر درود رکھا ہمیشہ ملائکہ اس کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ جب تک میرا نام اس کتاب میں ہوتا ہے۔

۲۳۔ مقامات درود میں سے ایک مقام تبلیغ علم اور تذکیہ درس وتعالیم کے اول وآخر درود شریف کا پڑھنا ہے۔ اسماعیل بن اسحاق نے سند کے ساتھ بیان کیا کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمان لکھا تھا کہ:

''لوگوں نے لوگوں سے عمل آخرت کے بدلے دنیا طلبی شروع کر دی قصہ خوانوں نے یہ بدعت نکالی کہ بادشاہ اور افراد پر بھی درود بھیجنے لگے جیسے نبی اکرم ﷺ پر بھیجا جاتا ہے۔ اس فرمان کو دیکھتے۔ یہی سب کو حکم دو کہ صلوٰۃ تو انبیاء پر ہو اور عام مسلمین کے لیے دعا ہو کوئی مسلمان ہو اس کے لیے دعا کی جائے۔''

۲۴۔ دن کے اول وآخر درود پڑھنا بھی درودخوانی کے اوقات میں سے۔ سے طبرانی نے بروایت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے دس دفعہ صبح کے وقت اور دس دفعہ شام کے وقت مجھ پر درود پڑھا قیامت کے دن اسے میری شفاعت نصیب ہوگی۔

۲۵۔ مقامات درودخوانی میں سے ایک مقام صدور گناہ کے بعد ہو۔

جس اس کے کفارہ کا ارادہ ہو۔ ابن ابی عاصم نے کتاب الصلوۃ میں بروایت انس رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم مجھ پر درود پڑھو کیونکہ تمہارے لیے کفارہ ہے جو مجھ پر درود پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے۔

۲۶۔ اوقات درود میں سے ایک وقت تنگی وحاجات ہونے پر یا ان کے خوف وقوع پر ہے۔ ابونعیم نے جابر بن سمرہ الھوائی عن ابیہ سے روایت کی ہے کہ: ہم نبی اکرم ﷺ پاس تھے۔ ایک آدمی آیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اللہ کے نزدیک سب اعمال سے قریب تر کیا ہے؟ فرمایا راست گفتاری اور ادائے امانت میں نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ) کچھ اور فرماتے، فرمایا ((صلوۃ لیل)) (رات کی نماز) اور صوم ھواج (ناغہ ڈال کر روزہ رکھنا) میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کچھ اور فرمایئے جو شخص کسی قوم کی نماز پڑھائے وہ ہلکی نماز پڑھائے کیونکہ جماعت میں بوڑھے، بیمار، کمزور اور ضرورتوں والے لوگ ہوتے ہیں۔''

۲۷۔ مقامات درود میں سے ایک مقام نکاح کا خطبہ ہے۔ اسماعیل بن ابی زیاد نے سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ((ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی)) کی تفسیر یہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی ثناء ومغفرت فرماتا ہے اور فرشتوں کو نبی اکرم ﷺ کے لیے استغفار مانگنے کا حکم دیتا ہے۔

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾

مومنین کو بھی لازم ہے کہ نبی ﷺ کی ثناء نمازوں اور مسجدوں میں نیز دیگر مقامات پر اور خطبہ نکاح میں کیا کریں۔

۲۸۔ مقامات درود میں سے ایک مقام چھینکنے کا وقت ہے۔ ابواسحٰق نافع سے روایت

کرتے ہیں کہ ایک شخص کو ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چھینک آئی ابن عمر نے فرمایا تو نے بخل کیا کیوں نہیں تو نے الحمد للہ کے ساتھ نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھا۔

۲۹۔ وضو سے فارغ ہو کر درود پڑھنا بھی مقامات درود خوانی میں سے ہے ابو الشیخ نے اپنی کتاب میں سند کے ساتھ ابو وائل سے حضرت عبداللہ کی حدیث روایت کی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی وضو سے فارغ ہو تو ((اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله)) پڑھے پھر اس کے بعد مجھ پر درود۔ جب ایسا کیا تو اس کے لیے دروازہ ہائے رحمت کھولے جاتے ہیں۔

۳۰۔ گھر میں داخل ہوتے وقت درود پڑھنا بھی مقامات خوانی میں ہے اس کو حافظ ابوموسیٰ مدینی نے بیان کیا ہے اور اس بارے میں ابو صالح کی روایت سے مسند کے ساتھ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور فقر و تنگدستی کی شکایت کی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تو اپنے گھر میں داخل ہو تو سلام کہہ۔ خواہ اس میں کوئی ہو یا نہ ہو۔ پھر مجھ پر سلام پڑھ پھر ایک دفعہ ﴿قل هو الله احد﴾ پڑھ۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا اللہ تعالیٰ نے اس پر رزق کی ریل پیل کر دی یہاں تک کہ وہ ہمسائیوں اور مراتیوں کو بھی دینے لگا۔

۳۱۔ جس مقام پر ذکر الٰہی کے لیے جمع ہو کر بیٹھیں، وہاں درود پڑھنا بھی مقامات درود خوانی میں سے ہے۔ کہ: اللہ تعالیٰ کے فرشتوں میں سے کچھ سیر کرنے والے ہیں جب وہ حلقہ ہائے ذکر پر پہنچتے ہیں تو ایک دوسرے سے کہتا ہے، بیٹھ جاؤ، جب یہ دعا مانگیں ہم آمین کہیں گے اور جب درود پڑھیں گے تو ان کے ساتھ پڑھیں گے۔ یہاں تک کہ فارغ ہو جائیں پھر ایک فرشتہ دوسرے سے کہتا ہے کیا خوش نصیب ہیں یہ اپنے گھروں کو ایسی حالت میں جائیں گے جب کہ ان کے گناہ بخشے گئے ہیں۔'' اس حدیث کی اصل صحیح مسلم میں ہے۔

۳۲۔ جب کوئی شخص کسی چیز کو بھول جائے اور یاد کرنا چاہے تو اس وقت درود پڑھنا بھی

مقامات دورودخوانی میں سے ہے۔اس کو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے۔اس بارے میں محمد بن عناب المروزی کے طریق سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی چیز کو بھول جاؤ تو مجھ پر درود پڑھو۔ان شاءاللہ وہ یاد آ جائے گی۔

۳۳۔احتیاج کے وقت درود پڑھنا بھی مقامات درودخوانی میں سے ہے۔احمد بن موسیٰ نے سند کے ساتھ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد کلام کرنے سے پہلے سو بار درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری کرے گا۔ جن میں سے ۳۰ دنیوی اور ۷۰ اخروی ہوں گی اور مغرب کی نماز میں بھی اسی طرح ہے،لوگوں نے پوچھا کہ یارسول اللہ! آپ پر درود کی کیفیت کیا ہے؟ فرمایا: ((ان الله وملاكته يصلون على النبى يا ايها الذين امنوا صلو عليه وسلمو تسليما ، اللهم صل عليه . ۱۰۰دفعہ۔

۳۴۔درودخوانی کے اوقات میں سے ایک وقت وہ ہے جب کان بولنے لگیں۔اس کو ابو موسیٰ وغیرہ نے بیان کیا ہے۔ابن ابی عاصم نے سند کے ساتھ حدیث کو روایت کیا ہے کہ جب کسی کا کان بولنے لگے تو وہ مجھ پر درود پڑھے اور کہے ذكر الله بخير من ذكرنی

۳۵۔جمعہ کا دن۔

بالخصوص جمعہ کے روز تو درود وسلام میں ڈوب جانا چاہیے۔

اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمُ الْجُمُعْةِ فِيْهِ خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ وَفِيْهِ قُبِضَ وَفِيْهِ النَّفْخَةُ وَفِيْهِ الصَّعْقَةُ فَأَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهَ فَإِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَكَيْفَ تُعْرِضُ عَلَيْكُمْ صَلَاتُنَا وَقَدْ ارَمْتَ يَعْنِى وَقَدْبَلِيْتَ ؟قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَاكُلَ اَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ .))❶

''تم جو دن بسر کرتے ہو ان میں سے سب سے افضل جمعہ کا دن ہے اسی دن آدم کو اللہ نے پیدا کیا، اسی دن اُن کی روح قبض کی گئی، اسی دن صور پھونکا جائے گا۔ اسی دن سب پر بے ہوشی طاری ہوگی۔ تم اُس دن مجھ پر درود بہت پڑھا کرو۔ واقعی تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ جب آپ ﷺ مٹی ہو جائیں گے تو ہمارا درود کیونکہ آپ کے سامنے پیش ہو سکے گا؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھا سکے۔''

اسی طرح حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

((اَكْثِرُوْا عَلَيَّ الصَّلٰوةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ .))[2]

''جمعہ کے روز مجھ پر درود کثرت سے پڑھا کرو۔

[1] مسند احمد رقم: (١٦١٦٢) [2] الکامل (١٠٣٩/٣)

٣٦۔ رات کی نیند سے سو کر اٹھنے کے وقت درود کا پڑھنا مقامات درود خوانی میں سے ہے امام نسائی نے سنن کبریٰ میں عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ دو شخصوں کو دیکھ کر ہنستا ہے اور خوش ہوتا ایک وہ جو دشمن سے عمرہ گھوڑے پر سوار ہو کر ملے پھر دشمنوں کو بھگا دے اور یہ ثابت رہے اگر بندہ مارا گیا۔ تو شہادت پائی اور زندہ رہا تو اللہ تعالیٰ اسے دیکھ کر ہنستا ہے۔ ایک وہ جو رات کو ایسے وقت اٹھتا ہے کہ کوئی نہ جانے پھر اچھی طرح وضو کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و تمجید بجا لاتا ہے اور نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھتا ہے اور قرآن مجید کو کھول لیتا ہے اور قرآن مجید کھول لیتا ہے اسے دیکھ کر بھی اللہ تعالیٰ ہنستا ہے، فرماتا ہے میرے بندے کو دیکھ عبارت میں مشغول اور میرے سوا اسے کوئی نہیں دیکھتا۔ (عبدالرزاق نے بھی اپنی سند کے ساتھ اس کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

درود پڑھنے کے فوائد و ثمرات:

۱۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی فرمانبرداری اور تعمیل حکم۔

۲۔ اللہ عزوجل کے ساتھ درود میں موافقت گو نوعیت میں ہماری صلوٰۃ اور اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ مختلف ہوں۔ کیونکہ ہماری صلوٰۃ تو دعا اور سوال ہے اور اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ ثناء وشرف کا بیان ہے۔

۳۔ درودخوانی میں فرشتوں کے ساتھ موافقت۔

۴۔ ایک دفعہ درود پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے دس رحمتوں کا ملنا۔

۵۔ ایک دفعہ کے درود پر دس درجات کا بلند کیا جانا۔

۶۔ ایک بار درود شریف پڑھنے سے دس نیکیوں کا لکھا جانا۔

۷۔ ایک درود کے پڑھنے سے دس گناہوں (بدیوں) کا محو کر دیا جانا۔

۸۔ جب درود دعا سے اول ہو تو اس دعا کی قبولیت کی امید ہوتا کیونکہ درود شریف دعا کو رب العالمین تک لے جاتا ہے اور درود کے زمین وآسمان کے درمیان بھی دعا روک لی جاتی ہے۔

۹۔ درود شریف پڑھنا رسول اللہ ﷺ کی شفاعت پانے کا سبب ہے۔

۱۰۔ درود شریف گناہوں کی مغفرت کا باعث ہے۔

۱۱۔ درود شریف بندہ کے رنج وغم میں اللہ تعالیٰ کے کفایت کرنے کا سبب ہے۔

۱۲۔ قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ سے قریب تر ہونے کا سبب ہے۔

۱۳۔ تنگ دست کے لیے درود قائم مقام صدقہ ہے۔

۱۴۔ قضاء حاجات کا وسیلہ ہے۔

۱۵۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فرشتوں کی دعائے رحمت کے حاصل کرنے کا سبب ہے۔

۱۶۔ درودخوان کے لیے درود زکوٰۃ وطہارت ہے۔

۱۷۔ موت سے پہلے بندہ کو بشارت جنت مل جانے کا سبب ہے۔

۱۸۔ قیامت کی ہولناکیوں سے نجات کا سبب ہے۔ (ابوموسیٰ نے ان کو ذکر کیا ہے اور اس

بارے میں احادیث بھی ذکر کی ہیں۔

۱۹۔ رسول اللہ ﷺ خود صلوۃ وسلام پڑھنے والے کو جواب دیتے ہیں۔

۲۰۔ بھولی ہوئی شے درود سے یاد آجاتی ہے۔

۲۱۔ مجلس درود سے پاک ہو جاتی ہے اور قناعت کے دن ونشست اہل مجلس کے لیے حسرت نہیں بنتی۔

۲۲۔ درود شریف سے فقر وتنگ دستی جاتی رہتی ہے۔

۲۳۔ درود شریف پڑھنے کے طفیل بخیلی کی عادت بند سے دور ہو جاتی ہے۔

۲۴۔ درود پڑھنے سے رسول اللہ ﷺ کی بدعا غم انف سے بندہ محفوظ ہو جاتا ہے۔

۲۵۔ درود شریف درود خوان کو جنت کے راستے پر چلاتا ہے اور جو درود کو ترک کرتا ہے وہ راہ بہشت چھوڑ بیٹھتا ہے۔

۲۶۔ مجلس کو سڑاند سے نجات دیتا ہے کیونکہ جس مجلس میں ذکر الٰہی اور زکر رسول نہ ہو اور باری تعالیٰ کی حمد وثنا اور محمد ﷺ پر روانہ ہو وہ سڑاند سے پاک نہیں ہوتی۔

۲۷۔ جو کلام حمد اللہ وصلوۃ بر مصطفیٰ (ﷺ) سے شروع ہو درود اس کے مکمل ہونے کا سبب ہے۔

۲۸۔ پل صراط پر بندہ کے لیے بے پناہ نور کا سبب درود شریف ہے۔

۲۹۔ درود پڑنے سے بندہ جفاء (برسول) سے نکل جاتا ہے۔

۳۰۔ درود شریف درود خوان کی ثناء حسن اہل زمین وآسمان کے اندر باقی رہنے کا سبب ہے۔

۳۱۔ درود خوان کی ذات خاص اور عمل وعمر و دیگر اسباب مصالح میں برکت کا باعث۔

۳۲۔ درود اللہ تعالیٰ کی رحمت پانے کا ذریعہ ہے۔

۳۳۔ درود سبب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی محبت کے دوام واضافے اور افزونی کا اور یہ صفت مراتب ایمان میں سے ایک مرتبہ ہے جس کے بغیر ایمان کامل واکمل نہیں ہوتا۔

۳۴۔ کثرت درود کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کو اس شخص سے محبت ہو جاتی ہے۔

۳۵۔ درود خوانی انسان کی ہدایت اور حیات قلب کا سبب ہے۔

درود نہ پڑھنے پر وعید:

حضرت کعب عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أُحْضُرُوا الْمِنْبَرَ فَخضَرْنَا فَلَمَّا ارْتَقَى دَرَجَةً قَالَ آمِيْن!فَلَمَّا ارْتَقَى ا لدَّرَجَةَالثَّانِيَةَ فَقَالَ آمِيْن!فَلَمَّاارْتَقَى الدَّرَجَةالثَّالِثَةَ فَقَالَ آمِيْن۔ فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْسَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ شَيْئًا مَاكُنَّا نَسْمَعُهُ قَالَ: إِنَّ جِبْرِيْلَ: لَقَدْ عَرَضَ لِيْ فَقَالَ بُعْدَاَلِمَنْ اَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْلَهُ قُلْتُ آمِيْن فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّانِيَةَ قَالَ بُعْداً لِمَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَه فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ قُلْتُ آمِيْن فَلَمَّا رْقِيْتُ الثَّالِثَةَ قَالَ بُعْدَالِمَنْ اَدْرَكَ اَبَوَيْهِ الْكِبَرَ عِنْدَهُ اَوْ اَحَدَهُمَا فَلَمْ يُدخِلاهُ الْجَنَّةَ قُلْتُ آمِيْن .))[1]

''منبر کے پاس آجاؤ تو ہم لوگ پاس آ گئے۔ جب حضور نے منبر کے پہلے زینے پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ جب دوسرے پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے منبر پر چڑھتے ہوئے ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت جبریل میرے سامنے آئے تھے انہوں کہا کہ رحمت سے دور ہو وہ شخص جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اس کی مغفرت نہ ہوئی، میں نے کہا یا اللہ قبول کر۔ جب دوسرے زینے پر میں نے قدم

---

[1] صحیح مسلم رقم: (۹۱۲) [2] سنن نسائی رقم: (۱۲۸۳)
[3] سنن ترمذی رقم: (٤٨٤)

رکھا تو جبریل نے کہا رحمت سے دور ہو وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر کیا جائے اور وہ آپ پر درود بھیجنے کی بھی زحمت گوارا نہ کرے میں نے کہا یا اللہ قبول کر۔ جب میں نے تیسرے زینے پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا رحمت سے دور ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہنچے اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں۔ میں نے کہا یا اللہ قبول کر۔''

آپ غور کیجیے کہ حضرت جبریل علیہ السلام ایسا مقرب بارگاہ الٰہی فرشتہ جس کے لیے بدعا

[1] مستدرك الحاكم رقم (٧٣٣٨) ، مسلم ، رقم : (٢٥٥١)

کرے اور سرورِ کونین ﷺ جس کے لیے بددعا پر آمین کہیں اس سے زیادہ سخت بددعا اور کونسی ہوسکتی ہے؟

پس حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا نام لکھتے وقت اور بولتے وقت صلوٰۃ وسلام کا التزام کرنا چاہیے گو عبارت لکھتے ہوئے یا دوران گفتگو بیسیوں بار آپ کا اسم گرامی آئے۔ ہر بار اِک نئے ذوق وشوق کے ساتھ اور اِک نئے ولولے کے ساتھ درود بھیجنا چاہیے۔ وہ جنہوں نے اپنی پوری زندگی ہمیں سنوارنے کے لیے کھپا دی۔ حیف ہے ہم پر کہ ہم ان کے اسم گرامی پر ہونٹوں کو جنبش دینے میں بھی بخل کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْبَخِیْلُ الَّذِیْ مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ .))[1]

''بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔''

ایک روایت میں تو آپ ﷺ نے اسے بخیل ترین انسان قرار دیا جو آپ کے اسم گرامی کو سن کر درود نہیں بھیجتا ہے۔ ابوذر کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

((أَلَا أُخْبِرُكَ بِأَبْخَلِ النَّاسِ .))

''میں تمہیں نہ بتاؤں کہ بخیل ترین انسان کون ہے؟''

صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ ؟ آپ نے فرمایا:

((مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ فَذَاكَ أَبْخَلُ النَّاسِ .))[2]

''جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے تو وہ بخیل ترین انسان ہے۔''

اور جس شخص کو رحمۃ للعالمین ﷺ بخیل ترین انسان فرمائیں تو اس کی بدبختی میں شک وشبہ کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے؟

---

[1] الترمذی رقم: (٣٥٤٦)

[2] کتاب الصلاۃ لابن أبی عاصم رقم (٢٩) جلاء الافهام للامام ابن القیم رقم (٩٦)

حضرات! احادیث میں درود کی بڑی فضیلت وارد ہے، بہرحال یہ دس حقوق ہیں جن کا قرآن وحدیث میں ذکر ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے انہی حقوق کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تعلق قائم کیا۔

آخری گزارش:

اب رسول اللہ ﷺ کی ایک پیش گوئی سن لیجیے آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((وَإِنَّ أُمَّتَكُمْ هٰذِهِ جُعِلَ عَافِيَتُهَا فِيْ أَوَّلِهَا .))[1]

''یقیناً اس امت کی سعادت پہلی جماعت میں ہے۔''

جو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے جنہوں نے ان حقوق کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تعلق جوڑا۔ فرمایا:

((سَيُصِيْبُ آخِرَهَا بَلَاءٌ وَأُمُوْرٌ تُنْكِرُوْنَهَا))

''اس امت کے بعد والے ادوار میں ایسے ایسے امور ہوں گے جنہیں لوگ دین سمجھ کر کریں گے لیکن (اے صحابہ رضی اللہ عنہم) تم ان کا انکار کرو گے۔'' کہ یہ چیزیں دین نہیں ہیں۔

---

[1] مسلم رقم: (٤٧٧٦)

آج کے یہ میلاد اور محافل قطعی اُس دور سے ثابت نہیں لہٰذا ہمیں ایسے حالات میں قرآن وسنت کو تھامنا چاہیے اور معلوم کرنا چاہیے یہ دن کیا ہے؟ اور رسول اللہ ﷺ کے حقوق کیا ہیں۔ وہ آپ کے سامنے بیان کر دیئے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين